عالمِ تصوّف اور کشمیر

ڈاکٹر یوسف بخاری

کلمہ یوسف فہم یوسف ۵۴ اے میکلوڈ روڈ لاہور

قیمت ۔ ۲۰ روپے

3333

Marfat.com

3333

عالمِ تصوّف اور کشمیر

ڈاکٹر یوسف بخاری

کلیم یوسف فہیم یوسف ۵۴ اے میکلوڈ روڈ لاہور

قیمت - ۲۰ روپے

Marfat.com

86489

86489

اپنے عزیز شاگرد

اختر مسعود

کے نام

Marfat.com

3333

فہرست مضامین

دیباچہ	۵
حقیقت تصوف	۹
سلاسل صوفیاء کبار	۲۶
سلاسل تابعین	۳۲
سلاسل آئمہ مجتہدین	؍؍
سلسلہ قادریہ	۴۴
سلسلہ نقشبندیہ	۴۶
سلسلہ سہروردیہ	۴۸
سلسلہ چشتیہ	۵۰
برصغیر میں تصوف	۵۳
حضرت بایزید بسطامی	۵۷
حضرت داتا گنج بخشؒ	۶۶
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ	۷۰
حضرت نظام الدین اولیاؒ	۷۶
حضرت مولانا رومیؒ	۸۰
کشمیر میں تصوف	۸۸

Marfat.com

شیخ ردپی روشی ۱۰۳

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ ۱۱۷

حضرت شیخ یعقوب صرفی ۱۲۶

سید علی بخاری خانصاحب ۱۳۲

موئے مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درگاہ حضرت بل ۱۳۷

Marfat.com

3333

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

تصوف کو بہت سے اہلِ قلم نے گوناگوں تعبیرات سے بیان کیا ہے اور اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جس کا مطلب شاید یہ ہے کہ تصوف کے اصل معنی واضح نہیں ہوئے اور ان کی وضاحت کی پے درپے کوشش کی جاتی رہی ہے۔

تصوف دراصل سالک کے روحانی مشاہدات اور قلبی واردات کا بیان ہے۔ اس کا ادراک صرف وہی کر سکتا ہے جو راہِ سلوک خود طے کرے۔ کوئی متصوف۔ ادیب یا عالم حرف و صوت و نطق کے ذریعے صوفی کے احوال و مقامات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ تصوف میں تفکر کی نہیں تحیّر کی ضرورت ہے، قیل و قال نہیں وجد و حال درکار ہے۔ یہ سالک کے تحولات اور چشمِ دل کے مشاہدات ہیں جنہیں صوفی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص درک نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان احوال و کیفیات کا بیان عام لوگوں کے لیے چنداں مفید نہیں ہوتا اور وہ بسا اوقات اس پر معترض ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کمالِ بیان کے باوجود بھی دل کے جذبات اور رُوح کی سرگزشت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بقولِ مولانا رومی :۔

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

Marfat.com

فرض کریں کوئی پھل ہے جسے کسی شخص نے نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی کھایا ہے۔ اسے ہر چند اس پھل کی شکل، اس کے رنگ اور ذائقے کے بارے میں بتایا جائے وہ نہ اس کی شکل کو اپنے ذہن میں صحیح طرح متصور کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ذائقے کو محسوس کر سکتا ہے۔ مگر یہ کہ اسے بچشم خود دیکھے اور کھائے۔ تصوف سیکھنے اور سکھانے کی چیز نہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ شخص بنفسہٖ راہِ سلوک کو طے کرے اور احوال و مقامات سے گزرے پھر جا کر اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ بقول مولانا :-

پس قیامت شو قیامت را ببیں

دیدن ہر چیز را شرط است ایں

یعنی ہر چیز کے مشاہدے اور ادراک کی شرط یہ ہے کہ آدمی خود وہ بنے تاکہ حق الیقین کو پہنچے۔ اسی وجہ سے صوفیا نے محض علم پر تکیہ نہیں کیا بلکہ خود میدانِ عمل میں اُتر آئے اور اپنے علم کو پایۂ تحقیق تک پہنچایا۔ بقولِ جامی :-

زدم قدم بصفِ صوفیانِ صافی دل

کہ نیست مقصدِ شان از علوم جز اعمال

بعض صوفیا نے سالک کے احوال و مقامات پر ضرور بحث کی ہے لیکن تصوف کے موجودہ مسائل صوفیوں کی بجائے متصوفین نے پیدا کیے ہیں جنہوں نے فلسفہ اور مذہب کو مخلوط کر کے تصوف کو ایک خاص نظام کی صورت دی۔ اس میں کچھ عمل دخل مشائخ کے بعض معتقدین کا بھی ہے جنہوں نے اپنے مشائخ کے احوال و اذکار قلم بند کرتے وقت عموماً مبالغے سے کام لیا اور بعض غیر مستند اقوال کو نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تذکروں میں درج کیا۔ یہ مبالغہ آمیز نظام اگر خانقاہی حلقوں کے لیے کسی طرح مفید بھی تھا تو کم از کم فکر و نظر کی عام دنیا کے لیے تکلیف دہ اور وجہ اعتراض بنا۔ چونکہ تصوف ہر ایک کے بس کی بات نہیں بقول مولانا :-

"طعمۂ بہر مرغکے انجیر نیست"

لہٰذا ہر مدرسے کا دانشور اور ہر مکتب کا ملا اس پر بڑی دلیری کے ساتھ معترض ہوا۔ حقیقت

Marfat.com

یہ ہے کہ اس راہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ورنہ صوفی خواہ مخواہ طنز و تعریض کا شکار بن جاتا ہے اور بعض اوقات معاملہ دار و رسن تک بھی جا پہنچتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی المقتول نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ ایک ہُدہُد کو سفر میں رات ہوگئی اور وہ پریوں کے آشیانے میں ٹھہرا۔ جب صبح ہوئی اور وہ پریوں کو خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو پریوں نے جنہیں دن کے وقت دکھائی نہیں دیتا کہا تو کہاں جانے لگا ہے اب تو اندھیرا ہو گیا ہے۔ ہُدہُد نے کہا نہیں اب تو دن نکل آیا ہے اور ہر طرف روشنی ہوگئی ہے۔ پریوں نے آپس میں کہا یہ کوئی پاگل ہے یا ہمارا دشمن ہے۔ بہتر ہے اسے مار دیا جائے۔ کئی منصور اور سہروردی اور سرمد یاروں کی اسی کور چشمی کی نذر ہو کر مصلوب اور مقتول ہوئے۔

عصرِ حاضر میں تصوف پر تحریر اور تنقید اہلِ قلم کے لیے ایک دلچسپ اور آسان موضوع بن گیا ہے جس کا جو جی چاہتا ہے لکھتا ہے اور اسے تحقیق کا نام دیتا ہے۔ یہ تحقیق دراصل اس اندھے کے تصور کی طرح ہے جس نے ہاتھی کے مختلف اعضاء پر ہاتھ پھیر کر اسے مختلف اشیاء سے تعبیر کیا تھا۔ تصوف کے بارے میں بعض مستشرقین نے عجیب و غریب خیالبافیاں فرمائی ہیں۔ انکی خیالبافیاں ہمارے نئے تحقیق کا اعلیٰ نمونہ بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک صاحب نے یہاں تک فرمایا کہ تصوف دراصل دین اسلام کے خلاف عجمی ذہن کی ایک بغاوت ہے۔

برصغیر میں علامہ اقبال نے تصوف کے بعض مسائل پر شدید تنقید کی، لیکن چونکہ وہ خود عارفانہ مذاق کے حامل تھے اس لیے انہوں نے مثبت نقطۂ نظر سے تنقید کی۔ وہ تصوف میں نفی خودی کے رجحانات اور اس کی فلسفیانہ موشگافیوں کے خلاف تھے۔ مجموعی طور پر ان اعتراضات میں ایک اعتدال پایا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے کلام کو اگر فکر رومی کے حوالے سے دیکھا جائے تو وہ بیشتر اعلیٰ عارفانہ کلام ہے۔ اسی دور کے ایک ایرانی نقاد احمد کسروی نے تصوف پر سخت حملہ کیا جو اس کے تعصب کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ وہ ہر سال مثنوی مولانا روم اور دیوانِ حافظ کو جلایا کرتا تھا۔ مختلف نظریات میں اس کی انتہا پسندی بالآخر اس کے قتل کا باعث بنی۔ اس

Marfat.com

کی تنقید میں اگرچہ کچھ مفید باتیں بھی تھیں تو وہ بھی اس کی شخصیت کے ساتھ ضائع ہوگئیں۔

عالم تصوف کی پہلی فصل صوفیائے کشمیر سے متعلق ہے جس میں چند نامور بزرگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کشمیری راہبہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر ڈاکٹر یوسف بخاری جو اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں کشمیری زبان و ادب کی تدریس پر مامور ہیں کشمیر میں تصوف کے ارتقاء کی ایک جامع تاریخ قلمبند کریں تو یہ ایک ملی خدمت ہوگی۔ جہاں تک لفظِ تصوف کی تحقیق کا تعلق ہے تو یہ کام عرصہ دراز یعنی کشف المحجوب سے چلا آرہا ہے اب اس کی توضیحات کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ جہاں تک صوفیا کے احوال و اذکار یعنی ان کے حسنِ اخلاق، خلوصِ عمل، شوقِ جہاد، کمالِ ایثار، خدمتِ خلق، روشن ضمیری، اور وسعتِ نظری کا تعلق ہے تو یہ اسلامی ادب کا مؤثر اور معتبر سرمایہ ہے کیونکہ یہ وہ جماعت ہے جس نے شرک کی ہر صورت کی نفی کی اور اپنی ہوائے نفسانی کے خلاف جسے آج ہر خاص و عام نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ مجاہد کی شمشیر اٹھائی اور دنیا میں توحید کا پرچم بلند کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت داتا گنج بخش، حضرت معین الدین چشتی، حضرت فریدالدین گنج شکر، حضرت بہاء الدین زکریا، حضرت علی ہمدانی اور حضرت مجدد الف ثانی کی بیمثال خدمات سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ وسیع افق آج ان مردانِ حق کے انوارِ معرفت سے روشن ہے۔ مسلمان صوفیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے آئینہ دار ہیں۔ اتباعِ رسول علیہ السلام ہی ان کا تصوف ہے۔ ان کے نزدیک یہی شریعت، یہی طریقت اور یہی حقیقت ہے۔ ڈاکٹر یوسف بخاری صاحب نے اپنی کتاب میں صحیح لکھا ہے کہ "میں نے اسلامی تصوف کی رُوح اللہ اور اس کے رسول کی پیروی ہی کو سمجھا ہے"۔

اسلاف کے کارناموں کو دہرانا اور اس طرح اپنی آتشِ رفتہ کا سراغ لگانا احیائے ملی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ ڈاکٹر یوسف بخاری صاحب کی یہ کتاب اس اعتبار سے یقیناً اہمیت کی حامل ہے۔

سید محمد اکرم ۔ لاہور ۲۹ جنوری ۱۹۸۳ء

صدر شعبۂ فارسی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

Marfat.com

حقیقت تصوف

تاریخی واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریمؐ کے عہد مبارک میں جو مسلمان آپؐ کی صحبت سے مستفیض ہوئے صحابہؓ کہلائے۔ اس کے بعد جو صحابہ کو دیکھنے والے تھے تابعین سے موسوم ہوئے۔ ان کے بعد جو تابعین کو جانتے پہچانتے تھے تبع تابعین کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے بعد کوئی نام نہ رہا۔ علماء و فقہا و واعظان و زہاد تھے۔ ان میں سے زہاد کا لباس صوف تھا۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ بھی کمبل پوش تھے اور یہ لوگ حتی الوسیع ظاہری حالت ہی باتباع سنت رسول اللہ پسند کرتے تھے۔ ان ایام میں کچھ انہی پہ موقوف نہ تھا ہر ایک جماعت کا الگ الگ امتیازی لباس تھا۔ سیاسی الجھنوں نے بھی لباس میں امتیاز پیدا کر دیا تھا۔ علماء کا تو خاص وضع کا لباس تھا ہی، سادات نے سبز اور عباسیون نے سیاہ رنگ منتخب کیا۔

یہ زمانہ کچھ ایسا پرآشوب تھا کہ جو لوگ غالباً اس خیال سے کہ "ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را" عزلت نشین ہو گئے کہ سیاسی جھمیلوں سے الگ ہی رہیں' امن پسند ہونے کی وجہ سے اور زاہد و عابد بھی تھے خلوت گزیں ہو گئے۔ یہ لوگ صوف پوش تھے۔

طبقہ اولیٰ میں جو لوگ بزرگ گزرے ہیں وہ تابعین اور تبع تابعین تھے، ان میں سے کسی کو "صوفی" نہیں کہا گیا مولانا جامیؒ نفحات میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جو صوفی کے نام سے مشہور ہوا وہ "ابو ہاشم" "الصوفی" تھا جو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۶۱ھ میں ہم صحبت رہا۔ خود سفیان ثوری کہتے ہیں، اگر ابو ہاشم نہ ہوتا تو میں "ریا" کے دقائق سے واقف نہ ہوتا۔

Marfat.com

تصوف کیا ہے، ارکانِ تصوف کیا ہیں، صوفی کے معنی کیا ہیں، ان تمام مسائل کے بارے میں 'حقیقتِ تصوف' کے عنوان سے اس وقت ہماری بحث ہے۔ تصوف مصدر ہے جو لفظ صوف بالضم سے بنالیا ہے۔ صوف کے لغوی معنی ہیں ایک قسم کا جامہ پشمینہ اور اصلاح، صوفیہ کرام کا خواہش نفسانی سے پاک ہونا اور تمام کائنات کے ذرّے ذرّے کو مظہرِ الٰہی سمجھنا۔ چونکہ اکثر بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو لباس صوف پسند تھا اور نبی اکرمؐ کو بھی یہ لباس ایسا مرغوب تھا کہ وہ پسندیدۂ خدا ہوگیا اور آپؐ کو اسی لباس سے منسوب کرکے پیار سے پکارا، چنانچہ سورۃ مزمل اور سورۃ مدثر اس امر کی ضمانت ہیں اور آپؐ کے اکثر صحابہ کرام مثل اصحاب صفہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی یہی پسندیدہ خاطر رہا۔ بعدازاں اولیاء اللہ سلف نے بھی اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ پر خیال کرکے اسی لباس کا شوق رکھا۔ چونکہ یہ لوگ بعد صحابہ کبار کے مخلوق میں ممتاز و حاجت روائے خاص و عام تھے، لہٰذا زمانہ ان کو صوفی اور ان کے اعمال و افعال و اقوال کو تصوف کہنے لگے۔ یا تصوف صوف بالفتح سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں یک سُو ہونا۔ اللہ کے مبارک اسم میں شامل ہونا۔ چونکہ واصلانِ حق ماسوا اللہ سے یکسوئی و خواہشاتِ دنیا اور حظوظ نفسانی سے روگردانی کرتے تھے، اس لیے ان کی عادات و احوال و اقوال و افعال کا نام تصوف رکھا۔ اَلتَّصَوُّفُ تَصْفِیَۃُ الْخَیَالَاتِ عَنْ مَا سِوَی اللّٰہِ۔ یعنی اپنے خیالات کو غیر اللہ سے پاک و صاف رکھنا، اس کا نام تصوف ہے اور یہی لوگ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ کے مصداق ہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علومِ ظاہر و باطنی کے عامل یہی لوگ ہیں اور بعض کا قول ہے چونکہ اکثر فقرائے متقدین صوف پسند کرتے تھے۔ بہ سبب لباس صوف ان کو صوفی کہا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ صفائے باطن کی وجہ سے اُن کو صوفی کہا جاتا ہے۔ دراصل اسلام سے پہلے کچھ لوگ خانہ کعبہ کی صفائی جھاڑ پونچھ صوف سے کیا کرتے تھے۔ اس لیے وہ لوگ صوفی کے نام سے زبان زدِ خلائق تھے۔

Marfat.com

تاریخ تصوف میں عبدالصمد صارم لکھتے ہیں جب پرہیزگار عبادت گزار لوگ زہاد و عباد کہلائے جاتے تھے اور گمراہ فرقہ والوں نے اس لقب کو اختیار کر لیا تو اہل حق نے اپنے بزرگوں کو صوفی کہنا شروع کر دیا کچھ "ابو ہاشم" کو اور کچھ لوگ "صابر بن حبان" کو سب سے پہلے صوفی کے لقب سے نوازتے ہیں دونوں ہمعصر تھے۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جو ۷۹۰ھ کی تصنیف ہے تصوف کے بارے میں لکھا ہے، یہ فن وہی ہے جو بعد میں جاری کیا گیا ہے مگر اس کا ابتدائے زمانہ دین ہی سے ہے، کیونکہ یہ نام ہے عبادت و ذکر و شغل میں لگے رہنے کا۔ برائیوں سے بچنے کا اور خلوت گزینی کا اور یہ تمام باتیں صحابہ میں تھیں مگر جب دوسرے قرن میں لوگ دنیا کی طرف بہت مائل ہونے لگے تو جو لوگ عبادت وغیرہ میں مصروف تھے ان کا نام صوفی ہو گیا۔ ہر نبی اور ہر رسول نے وہی اصول پیش کیے جو حضرت آدمؑ نے اس لیے تمام انبیاء صوفی تھے۔" اسلامی تصوف میں کوئی ایسی بات نہیں جو خفیہ ہو۔ یا عقل و فطرت کے خلاف ہو یا ایسا عقیدہ ہو جس کے سمجھنے سے اکثر عقول عاجز ہوں۔ علم باطن جس کو کہا جاتا ہے وہ کوئی خفیہ چیز نہیں ہے۔ وہ علم شریعت کا دوسرا نام ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کے دستِ حق پرست پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ صوفی تھے۔ یہ لوگ قرآن اور حدیث کے سوا کسی چیز پر عمل نہیں کرتے تھے بصولوں کے گورنر رہتے۔ خزانوں پر حکمران رہے مگر حُبِّ زر سے اس قدر بیزار تھے کہ ان کی ملکیت میں مصلیٰ، عصا اور کاسہ ان تین چیزوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔

عوارف المعارف کے مصنف بن محمد شہاب الدین سہروردی رقمطراز ہیں" شیخ ابو زرعہ طاہر بن محمد بن طاہر نے اپنے مشائخ کی اسناد کے حوالہ سے حضرت انس بن مالکؓ کی یہ حدیث ہم سے بیان کی ہے، رسول اللہؐ غلام کی عبادت قبول فرماتے تھے گدھے کی سواری کرتے تھے اور اون پہنتے تھے۔ صوفی صوف سے اشتقاق ہے اس حدیث کی بناء پر ایک جماعت کی یہ رائے تھی کہ انہیں صوفیاء کا نام ان کے ظاہری لباس پر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اے۔ جے۔ ایبرے لکھتے ہیں۔

"Some say the Sufis were only named Sufis, because of the purity of their hearts and the cleanliness of their acts". They say,"They were only named Sufis, because of their habit of wearing WOOL (Suf)". AL-HASAN-AL BASRI said,"I have known of seventy of those who fought Badar, whose clothes were only of Wool". Others have said, "They were only called Sufis, because they are in the first rank before God, through the elevation of their desires towards Him, and turning of their hearts unto Him."

صوفی کیا ہے؟ اس کی تشریح ہم نے کی ہے۔ اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ صوفی کس کو کہتے ہیں جہاں تک میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے: "ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ، والذین اٰمنوا اشد حبا للہ" (۲ : ۱۶۵)

انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے ہیں جو دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں وہ انہیں اس طرح چاہنے لگتے ہیں جس طرح اللہ کو چاہنا ہوتا ہے حالانکہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے۔" اور آگے اللہ سے محبت کی وضاحت اس آیت سے اور بھی واضح ہو جاتی ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ۝
(۳ : ۳۱)

ترجمہ:-

"اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہیئے کہ میری پیروی کرو اور اس طرح خدا تم سے محبت کرنے لگے گا۔" اور یہ صوفیا کی مسلک

The Doctrines of Sufis By H.J.ABERRY P. 5,6.

Marfat.com

کی بہترین بات ہے۔ وَاَنزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۴: ۱۱۳) اللہ نے تم پر (اے محمدؐ) کتاب اتاری اور حکمت نازل کی اور وہ باتیں بتائیں جو تم کو معلوم نہ تھیں"۔ صوفیاء کا کہنا ہے کہ یہاں حکمت سے مراد علم باطن ہے نیز عبادت الٰہی میں انہماک کے سلسلے میں ذیل کی آیات غور طلب ہیں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥ اور فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (۴: ۳: ۱) پس تم اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرو اس طرح کی یاد اور دائمی عبادت ذکر قلبی کے سوا کیسے ممکن ہے۔ کلام پاک سے ثابت ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ٥ (۵۷ و ۴۰ د ۶۰ و ۴) تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا اللہ تمہارے ساتھ جہاں کہیں تم ہو، جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے"۔ صوفی کے بارے میں مندرجہ بالا دلائل سے ثابت یہ ہوا کہ عبادتِ الٰہی اور سُنتِ رسول کی پیروی کرنے والے ہی عظیم صوفیاء ہیں اب دیکھتے ہیں کہ تصوف کے بارے میں کیا کہا گیا ہے کہ تصوف کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔

تصوف کے بارے میں خواجہ ذوالنون مصریؒ ۲۰۵ھ فرماتے ہیں ظاہر افعال کو گناہوں سے اور باطنی حالت میں فضول کام سے اپنے کو آلودہ نہ کرنا اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق مستقل رہنے کا نام تصوف ہے"۔ خواجہ شیخ ابوالسلام داری (۲۵۰ھ) لکھتے ہیں تصوف یہ ہے کہ آدمی پر جو کچھ بھی گزرے اُسے خدا کی طرف سے جانے اور خدا کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ جانے!

خواجہ بایزید بسطامی کا ارشاد ہےؒ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کرنا اور محنت اختیار کرنا تصوف ہے"۔ خواجہ شیخ معروف کرخیؒ (۲۰۰ھ) تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال و متاع سے یاس بتلاتے ہیں"۔ خواجہ ابوسعید خزازؒ کے نزدیک اپنے اللہ سے صاف، اُس کے انوار سے بہرہ ور، اُس کے ذکر سے پُر لذت رہنا تصوف ہے"۔

Marfat.com

خواجہ جنید بغدادیؒ (د۲۹۰ھ) فرماتے ہیں "پاک کرنا دل کا مراجعت خلق سے دور کرنا طبع اخلاق کو دنیائیت سے، صفات بشریت کو نفسیاتی خواہشات سے دور رکھنا پیدا ہونا صفاتِ روحانی کا، ترقی کرنا علم حقیقی کی طرف، عمل لانا ان چیزوں کا جو تا ابد کام میں آئیں، نصیحت کرنی خلائق کو باوقار رہنا حقیقتِ حال پر اور مطابقتِ رسول اللہؐ تصوف ہے۔ ہمارا یہ علم کتاب و سنت کا پابند ہے اور جس نے قرآن نہ پڑھا اور حدیث نہیں سیکھی اس کو اس علم پر گفتگو کرنا مناسب نہیں"۔ امام الصوفیا، امام ابوالقاسم قشیری (۴۶۵ھ) فرماتے ہیں "ہمارا طریقہ کتاب الٰہی اور سنتِ رسول کی پابندی ہے"۔ امام غزالی کا ارشاد ہے "صوفیوں کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنا۔ خلائق اور صفاتِ خبیثہ سے پاک اور منزہ ہونا ہے تاکہ اس کے ذریعے قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے"۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم (۵۶۱ھ) نے تصوف کی بنیاد مندرجہ ذیل آٹھ چیزوں پر رکھی ہے (۱) سخاوت ابراہیمؑ (۲) رضائے اسحاقؑ (۳) صبر ایوبؑ (۴) مناجات زکریاؑ (۵) غربت یحییٰؑ (۶) خرقہ پوشی موسیٰؑ (۷) سیاحت و تجرد عیسیٰؑ (۸) فقر محمدؐ (فتوح الغیب) خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ (۶۳۲ھ) کا قول ہے کہ تصوف نام ہے قولاً و فعلاً و حالاً ہر حیثیت سے اتباعِ رسول کا (تصوف اسلام)

تصوف کیا ہے؟ اس مسئلہ کے بارے میں ہم نے مختلف بزرگانِ دین کے اقوال آپ کے سامنے رکھے ہیں اہل مسلم نے تصوف کو غلط سمجھا اور تصوف کے بارے میں جو کچھ قرآن اور حدیث کی روشنی میں کہا گیا تھا اس کو ترک کر کے تصوفِ اسلام کو برہمنیت، رواقیت، اشراقیت اور پارسی تصوف کے اصول و عقائد اور طریق ریاضت کا مجموعہ بنایا تصوف کے لیے نہ کشف و کرامت شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے اور نہ ہی دعا سے ملاقات حاصل کرنے کا نام! جھاڑ پھونکوں سے بیماری دور کرنے کا نام بھی تصوف نہیں ہے اور نہ ہی قبروں پہ سجدے کرنے کا اور ان پر چادریں چڑھانے

Marfat.com

کا نام تصوف ہے، نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام، نہ پیر کی مُریدی سے حاجت پوری ہونے کا نام، نہ کشف کا ہونا لازمی ہے۔ حضرت مولانا مودودی کی تحریروں کی روشنی میں عاصم نعمانی تصوف اور تعمیر سیرت کے عنوان میں صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں، ایک تصوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیا میں تھا۔ مثلاً فضیل بن عیاض، ابراہیم ادہم معروف کرخی رحمہم اللہ اس کا کوئی الگ طریقہ نہیں وہی افکار اشغال و اعمال تھے جو کتاب و سنت سے ماخوذ تھے اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں، دوسرا تصوف وہ ہے جس میں اشراقی اور رواقی اور زردشتی اور ویدانتی فلسفوں کی آمیزش ہوگئی ہے جس میں عیسائی راہبوں اور ہندو جوگیوں کے طریقے شامل ہو گئے ہیں اس تصوف کی ہم تردید کرتے ہیں۔ ایک اور تصوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات پہلی قسم کے تصوف کی اور کچھ خصوصیات دوسرے قسم کے تصوف کی ملی جلی پائی جاتی ہیں اس تصوف کے طریقوں کو متعدد ایسے بزرگوں نے مرتب کیا ہے جو صاحب علم تھے، نیک نیت تھے۔ اس تیسری قسم کے تصوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں نہ کلی تردید بلکہ اس کے پیروؤں اور حامیوں سے ہماری گزارش یہ ہے کہ براہ کرم بڑی بڑی شخصیتوں کی عقیدت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس تصوف پر کتاب و سُنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالیں اور اسے درست کرنے کی کوشش کریں۔

جہاں تک تصوف اختیار کرنے کا تعلق ہے اس سے مُراد یہ ہے کہ انسان اپنی تمام خواہشات اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دے اور اُس ذات میں مدغم ہو جائے۔

تو من شدی من تو شدم۔ تو تن من جان شدم
تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

اللہ کے قریب آنے کے لیے سلوک کا پیدا کرنا تصوف میں ضروری ہے سلوک تمام بڑی صفات مثلاً بخل، حسد، کبر، ریا، وغیرہ کو دور کر کے، تمام اچھے اخلاق سخاوت، اخلاص، عجز، تواضع اور انکسار سے آراستہ کرنے کا نام ہے۔ یہ صوفی

Marfat.com

کے لیے ضروری ہے۔ سلوک کے تمام مقامات اس ذریعے سے طے کرنے چاہئیں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں صحابہ کرام نے ان کو طے کیا تھا یعنی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا فہم اور قلب و روح میں اس مفہوم کا تمکن اور پھر پوری زندگی پر اس کا ایسا جاری ہو جانا کہ خیال و عمل میں اس سے یک سرِ مُو بھی انحراف نہ ہو۔ اسلام میں اگر کوئی طریقت یا تصوف ہے تو بس یہی ہے۔

انسان کے باطن میں کئی چیزیں ہیں جن میں ہر ایک کا لباس جُدا جُدا ہے۔ اوّل نفس جس کا لباس شریعت ہے۔ دوسرا قلب ہے اس کا لباس طریقت ہے۔ تیسرا سر ہے اس کا لباس حقیقت ہے، چوتھا رُوح اس کا لباس عبودیت ہے۔ پانچواں خفی ہے اس کا لباس محبوبیت ہے۔

مولفہ امداد السلوک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں، تصوف کے ارکان بظاہر پانچ ہیں، خدمت، حرمت، خلوت، صحبت —— اس طرح ارکانِ باطن بھی پانچ ہیں، عمل، علم، حال، قلب، معرفت حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کا نام ہے۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ قرآن کا مطالبہ مومنین سے ایمان اور عمل صالح کا ہے اور اس ایمان اور عمل کی پوری شان صحابہ کرام کے وقت ہی نظر آئی ہے۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں تصوف ان بزرگوں کی عملی زندگی تھی۔ لیکن دین کا علم تابعین ہی کے زمانہ میں فقہ، کلام اور تصوف میں تقسیم ہونے لگا اور رفتہ رفتہ علم دین کی یہ تینوں شاخیں مستقل علوم میں رونما ہوئیں۔ بعض حضرات کے نزدیک علم دین "الٰہیات" اور "نبویات" اور "سمعیات" پر مشتمل ہے۔ الٰہیات میں تو ہستی حق تعالیٰ اور اس کے اسماء صفات کی بحث ہے۔ نبویات میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو ہے اور "سمعیات" میں وہ امور ہیں جو صرف سمع سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً حشر ونشر، جنت و جہنم، تصوف میں چار درجات تکمیل دین کے تسلیم کیے گئے ہیں (۱) شریعت (۲) طریقت

Marfat.com

(۳) معرفت (۴) حقیقت اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو شریعت سے مُراد وہی فقہی مسائل ہیں جو زیادہ تر اجتہادات آئمہ دین ہیں اور طریقت سے مراد وہ روش یا ملت ہے جو سلف صالحین نے عملاً دین میں اختیار کی۔ اس کی ذیل میں تمام وظائف کا اذکار و اشغال آجاتے ہیں اور ہر ایک طالب صادق پر واجب ہے جو کچھ اس کا پیر طریقت تلقین کرے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کرے اور حقیقت بھی وہی ہے کہ راہ و رسم منزل سے جو شخص واقف ہے وہی منزل کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے جو شخص اس راہ میں قدم رکھتا ہے وہ تو واقف ہی نہیں کہ منزل کتنی دور ہے اور منزل تک پہنچنے میں کیا کیا مرحلے طے کرنا پڑتے ہیں اور کیا کچھ ہر ایک مرحلے پر پیش آئے گا۔ اس لیے خیر اسی میں ہے کہ رہنما کے اشاروں پر چلے حافظ فرماتے ہیں

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر کن
ظلمات است وبترس از خطر گمراہی "حافظ"

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرط اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس مرحلۂ طریقت میں مرد کو خلوص دل سے شیخ طریقت کے ارشادات پر عمل کرنا چاہیئے اور اس حد تک اپنے فہم و عقل کو شیخ کے تابع کرنا چاہیئے کہ اپنی ہستی بھول جائے بلکہ بعض اکابر نے تو یہاں تک کہا ہے۔

قبلہ خوانم یا پیمبر یا خدا یا کعبہ ات
اصطلاح شوق بسیاراست ومن دلوا نہ نام دہید)

اس کو اصطلاح تصوف میں کفر اور بت پرستی سے تعبیر کر سکتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ

Marfat.com

کی ذات کے سوا کسی اور طرف توجہ بُت پرستی ہے خواہ یہ شیخ طریقت ہو یا رسولِ خدا ہے۔

ایک معرفت استدلالی ہوئی ہے کہ اشیاء کو دیکھ کر واجب الوجود تک پہنچتے ہیں جیسے حق تعالیٰ فرماتے ہیں قریب ہے کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں زمین وآسمان میں دکھائیں اور یہ مقام راسمین کا ہے کہ علامات سے اُن کے خالق تک پہنچ جاتے ہیں لیکن حقیقت میں معرفت اُسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جس پر اُمورِ غیبیہ سے کوئی چیز منکشف ہو تب ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے وجود باری پر استدلال کر سکے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے عام ظاہر کو معرفت کی دلیل بنایا ہے۔ پس جو صرف عالم ظاہر سے استدلال کرے اور عالم باطن کو ترک کر دے اُس کا استدلال ناقص ہے مثلاً نفس کہ وہ ظاہر اور باطن دونوں طرفیں رکھتا ہے اس کے ظاہر پر جو دلیل قائم ہو سکتی ہے وہ اس کے باطن پر نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں دونوں شقیں مکمل نہیں ہوں گی بلکہ نفس کا باطن معطل رہے گا اور جس دلیل میں تعطل ہو وہ دلیل نہیں کہلائی جا سکتی۔

ارکانِ تصوف کے ساتھ ساتھ صوفی کے بارے میں خرقہ پوشی کا بیان بھی ضروری ہے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب امداد السلوک میں صفحہ ۱۰۷ پر خرقہ پوشی کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جب مرید مقام توبہ صحیح کرے اور مقام ورع اور تقویٰ میں راسخ ہو جائے تو زہد کے مقام میں قدم رکھے۔ اپنے نفس کو ریاضت اور مجاہدہ میں باادب بنالے تو اس کو خرقہ پہنانا مناسب ہے۔

دو ایک بزرگوں کو صوفی کہا گیا ہے۔ قرن ثانی میں ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک تصوف عبادت و ریاضت کا نام رہ گیا تھا۔ قرن ثالث میں ۱۷۱ھ سے ۲۶۰ھ تک زہاد و عباد کا گروہ جسے صوفی کہا جاتا تھا ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ یہ لوگ سیاسی اور ظاہری اصلاحی امور سے علیحدہ رہتے تھے رفتہ رفتہ ان میں علم کی بھی کمی ہو گئی تھی۔ بہت سے کم علم

Marfat.com

اور بے علم زاہد اور صوفی پیدا ہو گئے۔ لہٰذا قرامطہ وغیرہ گمراہ فرقے والوں کو ان میں اپنے اعمال و عقائد پھیلانے کا موقع ملا کیونکہ کم علمی کی وجہ سے یہ لوگ اس بات کو حسن ظن سے قبول کر لیتے تھے جو رسول یا صحابہ کی طرف منسوب کی جاتی تھی، ان میں ہر قسم کی بدعات شروع ہو گئیں۔ دوسری صدی کے ختم ہونے سے قبل ان میں سماع رائج ہو گیا چونکہ صوفیوں نے سوائے عزلت نشینی کے عبادت کے تمام امورِ اخلاقی کو چھوڑ دیا۔ اس لیے بزرگان اسلام فرماتے تھے کہ تصوف تساہل پر مبنی ہے۔ قرون ثلاثہ کے بعد چونکہ گمراہ فرقہ والوں کا قرآن پر داؤ نہ چل سکا۔ لہٰذا انھوں نے حدیث پر حملہ کر دیا اور صحیح حدیثوں میں تغیر کر دیا۔ چنانچہ آئمہ اہل حق نے ایسے اصول و ضوابط مدوّن کر دیے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا ان گمراہ کرنے والوں کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا کہ تصوف پر ہاتھ ڈالیں۔ انھوں نے ریاضت ہائے شاقہ مصنوعی زہد اور شعبدہ بازی سے لوگوں میں اثر پیدا کر کے خلاف شریعت عقائد و اعمال پھیلانا شروع کر دیے، توہم پرست، عجائب پرست، کم علم اور کم فہم لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ حلولیہ وغیرہ فرقوں کے دام میں آ کر بعض لوگوں نے "انا الحق" وغیرہ اس قسم کے کلمات کہے۔ قرون ثلاثہ کے بعد حلول و اتحاد کا خیال صوفیوں میں پوری طرح حلول کر گیا اور غلط عقائد اور خلاف شریعت اعمال رکھنے والے صوفی پیدا ہو گئے۔ تصوف کا چشمۂ صافی مکدر ہو گیا۔ اہل حق کی جماعت میں اس فرقہ کا کوئی اعتماد نہ رہا۔

۱۴۹ھ میں حضرت شیخ الوان رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام جدہ طریق تصوف کو ایک سلسلے کی شکل میں مرتب کر کے اس سلسلے کا نام الوانیہ رکھا۔ کئی لاکھ آدمی اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے اور آپ نے ہر ایک کو اعلیٰ قدر مراتب طریق مجاہدہ و مکاشفہ وغیرہ کی تعلیم فرمائی۔ پھر بتدریج اور سلاسل قائم ہوئے۔ بہر حال تصوف میں خدا کی توحید میں عجیب و غریب پسندیدہ خیال ظاہر کیے ہیں جو کم و بیش ہر ملت و مذہب میں پائے جاتے ہیں اور اپنے اصول کو دلچسپ بنانے میں بڑے بڑے دقائق حکیمیہ سے کام لیا ہے۔ ایک بڑے جرمن فلسفی کا قول ہے کہ خدا کی طرف

Marfat.com

سے کتنی ہی آنکھیں کیوں نہ بند کی جائیں، اس کا اثر ہر جگہ موجود ہے، ایک ہی اثر ہے جو جمادات میں غیر محسوس نظر آتا ہے اور حیوانات میں ناقص اور انسان میں کامل حالت کو دکھلا رہا ہے۔ یہی مسئلہ سب میں موجود ہے، بڑے بڑے جھگڑوں اور بڑے بڑے مذہبی تفرقوں کا باعث ہوا ہے۔ سب کو اس میں سمجھنا اور اس سے کسی کو خالی نہ جاننا اس وقت بھی بہت سے مذاہب کا عقیدہ ہے۔ سکھیا منی نے بدھ مذہب میں اس عقیدہ کی تعلیم پر بہت کچھ زور دیا ہے، کہتا ہے کہ ہم فنا ہوتے ہیں اور اس میں مل جاتے ہیں اور اسی کا نام نہایت عیش ہے جس سے بزبان یعنی توحید و فنا مراد ہے، یورپ میں ایرنزدس نامی ایک فلاسفر نے عیسائی مذہب کا مدار بھی اس مسئلہ پر ثابت کیا ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں خلیفہ الحاکم ثانی کے عہد میں بطرس بزرگ عیسائی اور میمونیدس یہودی کا مذہب بھی یہی تھا۔ آخر کار ایسے عقائد والوں کو رومن کیتھولک پوپوں نے برباد کر کے نکال باہر کیا۔ اسلام میں بھی اکثر عقائد دوسروں کے عقائد سے ملتے جلتے ہیں۔ جیسے اسلام نے غیر مذاہب کو چھپانا ویسے ہی اسلام کے تصوف نے بھی غیر مذاہب کی عقائد کی چھان بین کر کے ایک خاص مسلک اختیار کیا ہے۔ سپین کے اقبالمند مسلمانوں نے جہاں اور علوم و فنون میں ترقیاں حاصل کیں وہاں تصوف کی تحقیقات میں بھی سب سے آگے نظر آتے ہیں عقائد صوفیہ یعنی مسائل ہمہ اوست و ہمہ از اوست وغیرہ کی ترقی اول اندلس میں ہوئی ہے۔ یعنی جب علمار یہود و انصاری و اسلام ایک جا جمع ہوئے تو خواہ مخواہ ایک غلط مبحث پیدا ہوا جن کو فلسفہ کی طرف توجہ تھی، وہ عقائد ارسطو پسند کرنے لگے اور کہنے لگے ہر چیز کا ایک ہی مخرج ہے۔ دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں سب میں ایک ہی اثر کا ظہور ہے، وہی ہر چیز میں سمایا ہوا ہے اور ہم سب اسی سے نکلے ہیں اور اسی میں جا ملیں گے۔ فریڈرک ثانی کے زمانے میں ان عقائد کا زور اول سسلی میں ہوا اور خود بادشاہ بھی ان عقائد کا معتقد ہو گیا۔ آخر کار ان کا ایسا عروج ہوا کہ اس کے اثر سے عمومیت حاصل

Marfat.com

کرلی. فنافی الشیخ وفنافی الرسول وفنافی اللہ ان سب کا وجود فلسفہ میں موجود ہے جس کا سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ تمام عالم کا مخرج ایک ہی ہے اور اس میں سب کو جذب ہونا ہے بلکہ اب بھی ایسا نامعلوم جاذب ہے کہ مفہومات کُلی اس کے ادراک سے قاصر ہیں چنانچہ علامہ حلی اور علامہ نصیر الدین طُوسی وصاحب صدرہ نے تصوف کی نسبت جو کچھ حکیمانہ خیالات ظاہر کیے ہیں ان کو صاحب مجموع البحرین نے علی الترتیب نقل کیا ہے۔

تصوف کی نشوونما غرض تخم تصوف خدا کی زمین میں ہزاروں برس سے نمودار نظر آتا ہے جیسے دنیا کی آبادی میں فارس کو سب پر تقدم ہے۔ ایسے ہی تصوف کی نشوونما بھی سب سے پہلے یہیں پایا جاتا ہے اور کُتب مذاہب مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت طُوبیٰ کا بیج حکمار اشراقین نے بویا اور حکما دمشائین نے سینچا۔ فارس میں اس کا نشوونما ہوا اور مصر و یونان کی آبیاری سے برگ و بار پیدا کیے۔ ہندوستان کی نسیم نے گُل شگفتہ کر کے بُو باس پیدا کی شریعت اسلام نے خوشبو سُونگھی متکلمین نے بہار دیکھی اور صوفیاں نے پھل کھائے۔ سچ تو یہ ہے کہ تصوف حکیم بن کر آیا فقیر ہو کر رہ گیا اور شہنشاہی شان بنا کر گیا۔

تصوف اسلام کے بیان میں اور اس کی حقیقت پر بہت کچھ ہم نے کہا ہے لیکن وہ اصطلاحات جو برہمنیت، رواقیت، اشراقیت اور پارسی تصوف کے اصول وقواعد اور طریق ریاضت اسلامی تصوف میں آئے ان کا کچھ ذکر باقی ہے۔ رواقین دل کی صفائی اور مکاشفہ سے لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کرتے تھے۔ اشراقین نے مراقبہ اور مکاشفہ سے اس قدر باطن کی صفائی حاصل کر لی تھی کہ دور ہی سے باہم تعلیم وتعلم کر لیا کرتے تھے۔ یہی کیفیت اسلام کے اویس اصفیار کی ہے۔ ہم اسلامی تصوف اور پارسی تصوف کی چند مثالیں تقابلی مطالعے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

قدیم پارسی تصوف میں صوفی بننے کی پہلی شرط اعتدال النفس ہے۔ مبتدی کو چاہیئے کہ کسی حکیم کے پاس جا کر اپنے نفس کی اخلاط کو اعتدال میں لائے پھر دینی اور مذہبی عقائد

Marfat.com

کے بندھنوں کو چھوڑ دے۔ اپنا مسلک صلح کل بنا کر تنگ و تاریک جگہ بیٹھے، خوراک بتدریج کم کر دے اور سیر وجود میں محو ہو جائے۔ ان کی ریاضت کا دارومدار گرسنگی، تنہائی، خاموشی، بیداری، یادِ یزدانی انہی پانچ اصولوں پر ہے۔ ان کے سلوک کے خاص خاص اذکار یہ ہیں نک ٹروپ، چار سنگ یا چار کوپ، نک یعنی چار زوب یعنی ضرب۔ اسلام میں آکر یہ ذکر چار ضرب کہلایا۔ سیا زوب یا سرزوب اس ذکر کو مسلم اصفیا رسہ ضربی کہتے ہیں۔ اس کے اضراب اور اشارات دونوں تصوفوں میں یکساں ہیں۔

ذکر جلی و خفی تصوف اسلام میں ان اذکار کے طریقے مختلف ہیں۔ اسلامی تصوف کے اذکار کی بعض نشستوں کے طریقے اور کلمات کا مفہوم پارسی تصوف کے بالکل مشابہ ہیں۔
پارسی سلوک کے اذکار کا طریق جلسہ یہ ہے کہ سالک چار زانو بیٹھے۔ دایاں پاؤں بائیں ران کے اوپر اور بایاں پاؤں دائیں ران کے اوپر رکھ کر دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے جائے۔ دائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں کا انگوٹھا اور بائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑے اور نظر ناک پر رکھے۔ پارسی اصفیا اس جلسہ کو "فرنشین" اور ہندو پدم آسن کہتے ہیں۔ اسلامی سلوک کے ایک ذکر کا طریقہ جلسہ ہو بہو ایسا ہی ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سالک آنکھیں بند کرے، ہاتھ زانو پر رکھے۔ بغل کھلے رہیں، پیٹھ بالکل سیدھی ہو، سر آگے جھکا کر ناف سے کلمہ "نیست" شروع کرکے سر اوپر اٹھائے اور راست کی طرف "ہستی" کہتے ہوئے اشارہ کرے اور "گر" پڑھتے ہوئے سر اوپر اٹھائے اور یزدان کہتے ہوئے بائیں طرف یعنی قلب کی طرف اشارہ کرے۔ تصوف اسلام میں "ذکر نفی و اثبات" جس میں کلمہ تہلیل کا ورد کیا جاتا ہے کا طریقہ ایسا ہی سنا گیا ہے "نیک ہستی مگر یزدان" اسلام میں آکر لا الٰہ الا اللہ کہلایا۔ صوت مطلق استماع صوت مطلق مقام محمود کا ایک شعبہ ہے۔ اس منزل میں سالک کو غیبی آواز سنائی دیتی ہے جس کے سننے کا طریقہ یہ ہے کہ سالک تنہا بیٹھے، گھر میں یا باہر کسی جگہ اور دماغ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جب آواز سنائی دے

86489

Marfat.com

تو آنکھیں کھولے اور اپنے دو ابرو کے درمیان پر نظر جمائے۔ اس کو ایک حسین اور نورانی پیکر نظر آئے گا۔ اس کے جمال کا مشاہدہ کر کے آنکھیں بند کرے اور اس پیکر کے تصور کے ساتھ دل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس مقام پر پہنچ کر سالک کو زرد رنگ کے انوار نظر آتے ہیں اور اس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ ہم نے اسلامی اصفیاء سے اس مقام کی کیفیت کچھ اس طرح سنی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اصفیائے اسلام پیکر مذکور کے جمال کا مشاہدہ کر کے نفس کی طرف متوجہ ہوئے ہیں جس کی جگہ درمیانی سینہ کے اختتام پر معدہ سے ذرا اوپر ہے۔

ہفت گیتی اسلامی سلوک کے مقامات سبعہ کا نام پارسی صوفیوں کے یہاں "ہفت گیتی" یا ہفت کشور ہے۔ بعض حضرات اس کو ہفت کشور آمیخی کہتے ہیں۔ پارسی زبان میں ان کے نام یہ ہیں (۱) ارنگ (۲) برزنگ (۳) کرنگ (۴) نیرنگ (۵) رنگ (۶) رنگارنگ (۷) سازنگ۔ اسلامی تصوف میں ان کے بالترتیب یہ نام ہیں۔ (۱) لاہوت یا ہستی مطلق (۲) جبروت یا جہان مطلق (۳) ملکوت یا جہان نفوس (۴) جہان علوی (۵) عالم عناصر بسیط حالت میں (۶) عناصر اربعہ مرکب حالت میں (۷) ناسوت یا عالم انسانی۔

اس طرح اسلام کے بہت سے شرعی مسائل پارسیوں کے مسائل سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ زردشتی دین کے پیرو سولہ برس کی عمر میں کمر میں ایک اونی دھاگا چار گرہیں ڈال کر باندھتے ہیں گرہوں کا مطلب یہ ہے (۱) خدا ایک ہے (۲) دین خدا کا ہے (۳) زردشت خدا کا رسول ہے (۴) جہاں تک ہو سکے گا میں نیکی کروں گا یہ اسلامی عقیدہ ایمان مجمل کی شکل کی نقل ہے۔ آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسولہ وقبلۃ جمیع احکامہ۔

متذکرہ تصوف پر بحث سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ناظرین کے سامنے اسلام کا

Marfat.com

صحیح رنگ و روپ رکھنے کے بعد ان تمام توہمات کی قلعی کھول دی جائے جن کی وجہ سے تصوف کے نام پر برہمنیت، رواقیت، اشراقیت، زردشتی مسلک نے اسلام اور توحید کو آلودہ کیا ہے ۔ اسلام ایک صاف ستھرا سادہ مذہب ہے جس کا مسلک قرآن مجید اور سنت رسول پر مبنی ہے، قرآن مجید پر عمل کرنا اور رسولؐ کی عادات اور سنت اپنانے والا بہت بڑا صوفی ہے۔ اسی لیے رسول اللہؐ نے دس صحابہؓ کے بارے میں فرمایا ہے راہ عرفان جاری ہوا ہے وہ یہ ہیں "حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوعبیدؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ"[1] غرض یہ حضرات وہ ہیں جنہوں نے کلمۃ الحق کی پیروی کی اور صحیح اسلامی روح کو سمجھا خرافات اور توہمات سے بچے رہے۔ جہاں تک میں نے اسلامی تصوف کا جائزہ لیا ہے میں نے اسلامی تصوف کی روح اللہ اور رسولؐ کی پیروی میں ہی سمجھا ہے! جہاں ظاہر طور پر ہم توحید اور سنت کے پابند ہو جاتے ہیں۔ وہاں تصوف ہمیں اپنے اخلاق کو درست کرنا سکھاتا ہے اور ظاہر اور باطن کی ہم آہنگی کا درس دیتا ہے۔ اہل حق نے صوفی اور تصوف کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اخلاق صوفی بننے کے لیے کس قدر اہم ہے اور اخلاقی قدریں ہی انسان کو بام اوج پر لا کر ہمدوش ثریا کر دیتی ہیں۔ ابوالحسن نوری کہتے ہیں کہ لیس التصوف رسوم و لا علوم و لکنہ الاخلاق ۔ یعنی تصوف علوم اور رسوم نہیں بلکہ اخلاق ہے اور صرف اخلاق ہے۔ اگر تصوف کچھ رسمیں ہوتیں تو مجاہدہ سے حاصل ہو سکتی تھیں اور اگر مجرد علم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہو سکتا تھا لیکن وہ تو اخلاق ہے۔ رسم تو اس کو کہتے ہیں جو فعل بے حقیقت ہو اور اسباب کے ساتھ بے تکلف ظہور میں آئے جیسے عوام کی

---

[1]: تاریخ تصوف از عبدالصمد صارم الازہری صفحہ ۱۰۱۔

نمازیں دو رسما ادا کی جاتی ہیں اور حقیقت کے اثر سے خالی ہوتی ہیں خلق الیافعل ہے جو بلا تکلف واسباب ظاہر اور باطن کی موافقت کے ساتھ ظہور میں آتا ہے حضرت مرتعش بی یہی فرماتے ہیں کہ "التصوف حسن الاخلاق" تصوف نیک خلق ہے حسن الخلق ایک تو اللہ سے ہوتا ہے کہ بغیر رؤ و ریا اور بغیر لومتہ لائم احکام الٰہی کی تعمیل کی جائے جس میں حرص و ہوا کو دخل نہ ہو۔ دوسرے بندگان خدا سے حسن سلوک لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً (۲۹/۱۹) اس سلوک میں بندگان خدا سے نہ تو کسی معاوضہ کا طمع ہو اور نہ ان کی طرف سے تشکر گزاری کی توقع تیسرا وہ سلوک جو صوفی اپنے نفس سے کرتا ہے۔ یعنی نفس امارہ کی خواہشات سے پرہیز کرے اور اس کو اطمینان قلب کے مقام پر لے آئے۔ یہ اس کا نفس، نفس مطمئنہ ہو جائے اور یہ ذکر الٰہی ہی سے ممکن ہے جو ہر حال ومکان میں ہو اور صوفی کبھی غافل نہ ہو۔ حضرت ابوعلی قزوینی کہتے ہیں کہ "التصوف ھو الاخلاق الرضیہ" یعنی تصوف پسندیدہ اخلاق کو کہتے ہیں، پسندیدہ اخلاق وہ ہیں جو فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا "۲۱/۲" جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں۔ تصوف اہل تصوف کے حالات کے حق تعالیٰ کی محبت کے ساتھ درستی اور راستی ہے یہ استقامت حالات اعلیٰ مقام ہے اور شاید اس دنیا میں اس سے اعلیٰ مقام متصور نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ما زاغ البصر وما طغیٰ "۲۰/۵" نہ تو نظر میں کجی واقع ہوتی ہے اور نہ اپنے اصلی مقام سے اِدھر اُدھر ہٹتی ہے۔

اس بحث کے بعد تصوف کے بارے میں جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی کرنا بلند اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ صوفی بننے کے لیے لازمی ہے اور یہی اسلامی تصوف ہے۔

Marfat.com

سلاسل صوفیاء کبار

طبقہ اولیٰ میں جو بزرگ گزرے ہیں وہ تابعین اور تبع تابعین تھے۔ ان میں سے کسی کو صوفی نہیں کہا گیا۔ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے مولانا جامی نفحات میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جو صوفی کے نام سے مشہور ہوا وہ ابو ہاشم "الصوفی" تھا وہ اصل میں کوفی تھا مگر شام میں رہائش اختیار کی۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہم صحبت بصرہ میں ۱۶۱ھ میں رہا۔

شیخ عطار اور دوسرے تذکرہ نویس اولیاء اللہ کے حالات حسن بصری سے شروع کرتے ہیں۔ آپ تابعین میں سے تھے۔ کہتے ہیں ۱۳۰ صحابہ سے ملے جن میں ستر بدری تھے حضرت حسن ابن علی سے خاص ارادت تھی۔ حضرت علی کی خلافت میں بصرہ میں موجود تھے ان روایات میں شاید مبالغہ ہو مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ ان حضرات کی صحبت سے فیض یافتہ ہیں۔

زمانہ اپنی ضرورت کو خوب جانتا پہچانتا ہے۔ ہر ایک اصلاحی تحریک زمانہ ہی کی ضرورت کے مقتضی ہوتی ہے اور ذہنی ارتقاء اسی سے وابستہ ہے۔ امام قشیری لکھتے ہیں کہ ہجرت نبویؐ کو دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ تبع تابعین کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر ایک فریق یہی کہتا کہ وہی اتباع سنت رسول اللہ کرتا ہے۔ صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں اتباع سنت کا تو سوال ہی نہ تھا۔ یہ قریب تر زمانۂ نبوت تھا اور نبوت کا ادب بھی تازہ تھا۔ لیکن جب مسلمان دنیا پر چھا رہے تھے اور مال و دولت سے ان کے گھر بھر گئے تو دور تعیش بھی شروع ہو گیا اور خانہ جنگی کا آغاز تو خلافت دوم کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ دوسری صدی میں اموی اور فاطمی اور عباسی دعویداران سلطنت ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو رہے تھے۔ غرض یہ ایام دنیا۔ اسلام پر ذہنی

Marfat.com

پریشانی کا موجب ان حضرات کے لیے تھے جو لبعد میں صوفی کہلائے۔ اس کے سوا
چارہ نہ تھا کہ وہ اس طوفان بے تمیزی سے کنارہ کش ہو کر گوشۂ عزلت اختیار نہ کرتے ان
لوگوں نے سیاسی اور مذہبی فریقین کی ہنگامہ آرائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ یہ اس لیے
بھی ان لوگوں نے کیا تاکہ ان کی عبادت میں خلل اندازی نہ ہو۔ ساتھ ساتھ ایک طبقہ
ایسا پیدا ہو گیا جس نے صوفیوں کے نام پر تصوف کی کتابوں میں بعض ایسی احادیث
جو روایتاً اور درایتاً موضوع یا ضعیف ثابت ہو چکی تھیں شامل کر دیں۔ خلافت عباسیہ
میں ایک "زندیق" عبدالکریم نامی تھا جو "وضاع" کے لقب سے مشہور ہے۔ یعنی بہت بڑا
واضع احادیث جب گرفتار ہوا تو کہا جو چاہو مجھ سے سلوک کرو۔ میری احادیث طول و
ارض دنیائے اسلام میں شائع ہو چکی ہیں، جن میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا گیا
ہے اور تمہارے مٹانے سے مٹ نہیں سکتیں، خاص امر یہ بھی قابل غور ہے اور ایسی
بہت احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ سلمان فارسی کی قوم سے ایک شخص پیدا ہو گا
جو علم خواہ ثریٰ میں ہو یا ثریا میں لے آئے گا اور
(۲۸/۱۱) کے مصداق اسی امام منتظر کو ٹھہرایا گیا جو فارسی الاصل ہو گا، انہی احادیث کی بنا پر
ایران میں کئی مدعیان نبوت اٹھے اور مارے گئے۔

چونکہ ہم نے اس موضوع پر بحث علیحدہ کی ہے، اس لیے اس مقام پر اتنا اشارہ
کافی ہے کہ تصوف کو یونانی فلسفہ سے ایک تحریک عقلیات ملی اور مفید ثابت ہوئی
لیکن "زندقہ" نے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ جب ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت
قائم ہوئی تو یہاں کے جوگیوں اور رشیوں اور ویدانتوں کے عقائد سے بھی واقفیت ہوگئی
ایران اور ہندوستان دو ہمسایہ ممالک ہیں اور دونوں میں آریہ نسل کے لوگ آباد ہیں اور
دونوں کی ذہنیت ملتی جلتی ہے۔ "زندقہ" کو ہندوستانی ویدانت اور جوگ سے بھی مزید
تقویت ملی جس کو تصوف کے افکار و اشغال میں داخل کیا گیا۔ بالخصوص پرانایام یا

Marfat.com

حبسِ دم اور لطائف ستہ وغیرہ جن کا مذکور یہاں ضروری نہیں طریقت کا جزو لاینفک بن گیا۔ شہزادہ دارا شکوہ تو اس کا بڑا معتقد تھا۔ اپنی تصانیف میں لکھتا ہے کہ قرآن میں کتاب مکنون سے مراد اپنشد ہی ہیں۔ شہزادہ صاحب حضرت میاں میرؒ لاہور کے مرید تھے۔ رسالہ حق نما میں تحریر فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کے مرید بازاروں کے شور و غل میں ذکر سلطان الاذکار کرتے۔ ان کے ذکر کی آواز بازاری غوغا پر بلند رہتی ہے۔ یہ واقعات ہم اس لیے نمایاں کر رہے ہیں کہ طالبان حق کو حقیقی تصوف کے فہم میں مغالطہ نہ رہے۔

خواجہ ابونصرؒ سراج نے کتاب اللمع میں حضرت ابوبکرؓ کو امام الصوفیہ لکھا ہے شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں، تصوف میں ۱۳۰ھ سے ۲۴۰ھ تک زیادہ فیض ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کا ہے۔ عہد خلافت سوئم میں ۲۲ھ سے ۳۵ھ تک ابن سبا کا پروپیگنڈہ رہا کون برتر ہے علی یا عثمان سوائے مسئلہ تفضیل کے اور کوئی مسئلہ نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے دور سے خوارجی فرقہ نے کفر کا فتویٰ دینا شروع کیا۔ ہر دو فریقین نے اپنے خیالات کی تائید کے لیے حدیثوں میں تدریس اور تلبیس شروع کی۔ قرن اوّل میں نہ تصوف کے نام سے کوئی مسلک تھا اور نہ اس مسلک کے نام سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ حضرات تابعین کا وہی عمل تھا جو صحابہ کرام کا۔ بعض خوارج اپنی تائید کے لیے حدیثیں گھڑتے تھے اور شیعان علی اور طرفداران بنی عباس اور اُمیہ اپنی تائید کے لیے حدیثیں گھڑتے تھے۔ امام حسن بصریؒ ۱۱۰ھ کے قول سے ثابت ہے کہ اس عہد میں جو آج ایک علم "EGYPLIOLOGY" ہے افسوس ہے کہ ان اکابر صوفیا میں ایک بھی صاحب تصنیف نہیں۔ اگر کسی نے کچھ لکھا ہوتا تو اللہ ہی کو معلوم ہے زندقہ اس میں کیا کچھ تحریف کرتے! اور ہمیں کس مسخ شدہ صورت میں ملتا۔ ان حضرات کی یہ عادت تھی کہ جو کچھ بتاتے زبانی ارشاد فرماتے! اور شاگرد مفہوم ذہن میں محفوظ کر لیتے۔ غرض

Marfat.com

ارشادات ازبر کرنا نہ تھی۔ بلکہ عملی جامہ پہنانا تھا۔ روایت یہ بھی ہے کہ جس نے سب سے پہلے اشارت کو عبارت میں بیان کیا وہ حضرت ذوالنون مصری تھے۔ لیکن یہ بھی پریشان اقوال ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ البتہ دور دوئم میں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے علم تصوف شرح و بسط سے بیان کرنا شروع کیا۔ لیکن یہ بھی ارادت مندوں کے حلقے تک ہی محدود رہا۔ آپ کے مرید اور خلیفہ شبلیؒ نے برسرِ منبر یہی باتیں کہیں۔ ان سے روایت ہے کہ میرا اور منصور کا ایک ہی مشرب تھا۔ مگر مجھے تو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور منصور بہت بڑا عالم اور صاحب تصانیف تھا۔ بچ نہ سکا!

دور دوئم میں بھی بہت بلند مرتبہ صوفیاء کرام گزرے ہیں یہ دور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں ابو محمد سہیل بن تستری کا شمار صوفیاء اور علماء اسلام میں بھی ہوتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی اور وہ ایک ہی وقت میں تھے۔ اسّی سال کی عمر میں وفات محرم ۲۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ بدبختی کا نشان کیا ہے؟ کہا کہ یہ تجھے علم دیا گیا ہے مگر عمل کی توفیق نہ ہوئی اور اس میں اخلاص نہ ہوا۔ ہمارے موضوع کا مقصد اُن بزرگوں کے احوال و اقوال کا تذکرہ نہیں ہے اگرچہ ان کی سوانح حیات اور ارشادات سے تصوف کی حقیقت کما حقہٗ واضح ہوتی ہے۔ اور اگر کسی کو اس کی طلب ہو تو تذکروں میں دیکھ سکتا ہے سرِدست ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر ایک دور میں تصوف کو ان بزرگوں نے کس عملی اور علمی صورت میں پیش کیا اور یہ کہ اس پر دیگر اقوام کے فلسفہ کا کیا اثر ہوا؟ دور سوئم میں جو شبلی اور حسین منصور سے شروع ہوتا ہے، تصوف کی اشاعت عام ہوگئی اور وہ باتیں جو پیران طریقت اپنے مریدان با اخلاص کے حلقوں میں بیان کرتے اب برسرِ منبر کہنے لگے۔

صوفیوں کے چار سلسلوں سے تو ہمارے ہندوستانی اور پاکستانی بھی واقف ہیں

Marfat.com

اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان میں سے چشتیہ حضرات کو خاص کامیابی ہوئی۔ میں نے ان حضرات کے اکابر کے اقوال اور بعض تصانیف کا مطالعہ بھی کیا۔ مجھے نظریہ میں بھی اختلاف معلوم نہ ہوا۔ بات دراصل یہ ہے کہ کسی ایک نہ ایک صاحب سلسلہ سے لوگوں نے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا۔ چشتیہ سلسلہ کے بانی حضرت ابو اسحاق شامی چشتی ہیں۔ اسی طرح قادریہ سلسلہ کی ابتداء حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوئی۔ حضرت شیخ جیلانی کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کا مطالعہ کرو تو واضح ہوگا کہ وہی ارشادات ہیں جو خواجہ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہٗ کے اقوال میں ملتے ہیں۔ خواجہ نقشبند ممدوح فرماتے ہیں کہ میرا طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے اور یہ متابعت رسول اللہ صلعم ہے اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا ہے اور اس طریقے میں تھوڑا عمل بھی بہت ہے۔

طریقت کے ویسے سینکڑوں سلسلے ہیں بالتفصیل سب کی تو یہاں گنجائش ممکن نہیں ہے۔ ہم ان سلسلوں کے بارے میں یہاں ذکر کریں گے جو ہندوستان میں زیادہ مشہور ہیں۔ یہ سلسلے چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ ہیں۔ ۴ سلسلوں کے بارے ہیں اور ان کے تعین میں اختلاف ہے، کوئی کسی سلسلے کو شمار کرتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کو۔

تمام سلسلے صوفیاء کے صحابہؓ کبار سے ملتے ہیں۔ اس لیے سلاسل صحابہؓ کا تذکرہ یہاں ضروری ہے۔

۱۔ خواجہ جنید بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزار عن خواجہ بشر حافی عن شیخ ابی رجاء العطا عن خواجہ فضل بن عباس، عن شیخ منصور السلمی، عن شیخ محمد بن مسلم الزاہد عن شیخ محمد جبیر موخلی عن شیخ محمد مطعم عن حضرت ابوبکر الصدیق۔

۲۔ عن شیخ بدیع الدین شاہ مدار عن طیفور شامی عن امین الدین شامی عن عبداللہ

Marfat.com

مسلم برادر عن حضرت ابو بکر صدیق۔

۳۔ شیخ ابی سعید الخزاز عن شیخ عبداللہ ابی عن ابی تراب عسکر نخشوی عن خواجہ بایزید بسطامی عن شیخ ایمن الدین شامی حضرت عبداللہ علمبردار عن حضرت عمر فاروق

۴۔ شیخ ابی تراب عسکر نخشوی عن حاتم اصم عن شیخ عبدالرحمان نخوان عن شیخ شفیق بلخی عن شیخ ابراہیم ادھم عن شیخ کمیل بن زیاد عن جعفر بن عثمان غنی۔

۵۔ عبداللہ علم بردار اور کمیل بن زیاد نے حضرت علیؓ سے بھی فیض پایا ہے اس لیے ان دونوں کا سلسلہ حضرت علیؓ سے بھی ہے۔

۶۔ شیخ کمیل بن زیاد عن حضرت ابی ہریرہ صحابی

۷۔ امام الطریقت شیخ احمد کبیر رفاعی ۵۲، عن شیخ منصور بسطامی عن امام سہیل بن عبداللہ تستری عن خواجہ ذوالنون مصری عن شیخ اسرافیل مغربی عن شیخ ابوعبداللہ محمد حبشیہ تابعی عن جابر انصاری صحابی یہ سلسلہ رفاعیہ مشہور ہے۔

۸۔ خواجہ بایزید بسطامی عن شیخ حبیب عجمی عن امام محمد بن سیرین عن حضرت انسؓ بن مالک صحابی۔

۹۔ امام الطریقت ابوالعباس سید احمد بدوی ۶۷۵ھ عن شیخ عبدالجلیل نیشاپوری عن شیخ عبدالحمید عن شیخ عبدالمجید عن شیخ علی بن ابی الحسن عن شیخ عبدالرزاق عن شیخ ابی طاہر عن شیخ عبدالقدوس عن شیخ احمد بن محمد توریزی عن شیخ عبدالقدوس عن شیخ احمد بن محمد توریزی عن شیخ حبیب عجمی عن امام حسن بصری عن شیخ عمران بن حصین عن حضرت انس یہ سلسلہ بدویہ مشہور ہے۔

(نوٹ) محمد توریزی نے فیض بن عیاض سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔

۱۰۔ شیخ عطار بن رباع عن امام قاسم بن محمد عن امام عروہ بن زبیر عن حضرت سلیمان فارسی۔

Marfat.com

۱۱۔ شیخ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ عن شیخ عطار بن رباح عن حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی و حضرت زبیر بن العوام صحابی

۱۲۔ شیخ داؤد و شیخ ابراہیم بن ادھم عن امام سفیان ثوری عن امام ابراہیم نخعی بن امام بن علقمہ بن قیس بن حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل عن امام سفیان ثوری عن امام ابو محمد عمر دین دینا فہمی عن حضرت عبداللہ بن عباس صحابی۔

۱۴۔ شیخ ابراہیم ادھم عن امام مالک عن نافع عن حضرت عبداللہ بن عمر صحابی۔

۱۵۔ امام حسن بصری عن حسن بن علی صحابی

۱۶۔ امام حسن بصری عن امام حسین بن علی صحابی۔

سلاسل تابعین

۱۔ شیخ ابراہیم ادھم عن شیخ موسیٰ بن یزید راعی عن خواجہ اویس قرنی تابعی۔

نوٹ :۔ اویس قرنی نے حضرت عمر و عثمان و علی تینوں سے بیعت کی۔ یہ قول زیادہ معتبر ہے بعض نے لکھا ہے حضرت علی سے بھی بیعت کی۔

۲۔ حضرت امام ابوحنیفہ تابعی عن شیخ ہرم بن حیان عن خواجہ اویس قرنی۔

۳۔ خواجہ فضیل بن عیاض و خواجہ داؤد طائی۔ دونوں نے امام ابوحنیفہ سے فیض پایا

سلاسل ائمۃ مجتہدین

۱۔ خواجہ بشر حافی عن امام احمد بن حنبل عن امام شافعی عن امام جعفر صادق۔

۲۔ امام شافعی عن امام محمد عن امام ابی یوسف عن امام ابی حنیفہ

۳۔ خواجہ ابراہیم ادھم عن امام سفیان ثوری عن امام ابی حنیفہ

Marfat.com

۴۔ خواجہ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ

۵۔ خواجہ فضیل بن عیاض عن امام ابی حنیفہ

۶۔ خواجہ عبدالواحد بن زید عن امام ابی حنیفہ

صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں کے بارے میں ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ راہِ عرفان جاری کرنے والے یہ تمام اکابر صحابہ سے حسباً و نسباً منسلک ہیں۔ اب میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میں امام الطریقۃ البدویہ، شاذلیہ، چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شطاریہ اور الرفاعیہ کے شجرہ سے ناظرین کو روشناس کراؤں اور اس کے بعد باقی سلاسل پر تفصیل سے روشنی ڈالوں۔

تصوف کے زبان زد خلائق سلاسل کے بارے میں ناظرین کے سامنے بدویہ ملامتیہ، شاذلیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شطاریہ، رفاعیہ کے شجرے نسب ہم نے پیش کئے۔ میں نے عرض کی ہے کہ ہند و پاک سرزمین میں چار مشہور سلسلے ہیں، یعنی چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ۔ باقی ۱۴ سلسلوں کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی کسی سلسلے کو شمار کرتا ہے تو کوئی کسی کو، ایک تقسیم یہ ہے:۔

۱۔ خواجہ عبدالواحد بن زید کا سلسلہ زیدیہ۔

۲۔ عیاضیہ

۳۔ ادھمیہ

۴۔ سبیریہ

۵۔ چشتیہ

۶۔ عجمیہ

۷۔ طیفوریہ

۸۔ کرخیہ

Marfat.com

۹۔ سقطیہ

۱۰۔ جنیدیہ

۱۱۔ گازرؔیہ

۱۲۔ طوُسیہ

۱۳۔ فردوسیہ

۱۴۔ سہروردیہ

بعض نے لکھا ہے زیدیہ اور عیاضیہ خواجہ فضیل بن عیاض سے ہے، ۳۔ ادھمیہ خواجہ ابراہیم ادھم سے ہے۔ ۴۔ ہبیریہ جو خواجہ ہبیرہ بصری سے ہے۔ ۵۔ چشتیہ جو خواجہ ممشاد علی دینوری سے ہے۔ ۶۔ عجمیہ خواجہ حبیب عجمی سے ہے۔ ۷۔ طیفوریہ یہ خواجہ بایزید بسطامی عرف طیفور سے ہے۔ ۸۔ کرخیہ یہ شیخ معروف کرخی سے ہے ۹۔ [illegible]یہ یہ شیخ سری سقطی سے ہے۔ ۱۰۔ جنیدیہ یہ خواجہ جنید بغدادی سے ہے۔ ۱۱۔ گازرؔیہ یہ خواجہ ابو اسحاق گازرؔی سے ہے۔ ۱۲۔ طوُسیہ خواجہ علاؤالدین طوسی سے ہے۔ ۱۳۔ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہے۔ ۱۴۔ فردوسیہ یہ سلسلہ شیخ [illegible]م الدین کبروی فردوسی سے ہے۔

بعض نے ان سلاسل کی شاخیں اس طرح لکھی ہیں:

۱۔ قادریہ۔ یہ غوث الاعظم سے ہے۔ ۲۔ لیسویہ۔ شیخ احمد لیسوی سے ہے۔ ۳۔ نقشبندیہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے ہے۔ ۴۔ نوریہ۔ یہ شیخ ابوالحسن نوری سے ہے۔ ۵۔ خضرویہ۔ شیخ احمد خضرویہ سے ہے۔ ۶۔ یہ شیخ عبداللہ شطاری سے ہے۔ ۷۔ چشتیہ بخاریہ مخدوم جہانیاں بخاری سے ہے۔ ۸۔ زیدیہ شیخ بدرالدین زاہد سے ہے۔ ۹۔ انصاریہ۔ یہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری سے ہے۔ ۱۰۔ صفویہ یہ شیخ صفی الدین سے ہے۔ ۱۱۔ مداریہ یہ شیخ بدیع الدین شاہ مدار سے ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا تقسیم سے سینکڑوں سلسلے ہو سکتے ہیں۔ بعض مشہور سلسلے اس طرح سے ہیں :۔

قلندریہ، غزالیہ، کبیرویہ، امدادیہ حاجی امداد اللہ سے اور توکلیہ توکل شاہ سے مشہور ہوا ہے۔

۱۔ ملامتیہ امام الطریقہ شیخ ممدون قصار ۲۷۱ سنہ ھ عن شیخ ابی الحفص خواجہ جنید بغدادی۔ ۲۔ چشتیہ خواجہ ابی احمد ابدال ساکن چشت ۳۰۰ ھ عن شیخ ابی اسحاق شامی عن خواجہ ممشاد علی دینوری عن خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری عن شیخ حذیفہ مرعش عن شیخ ابراہیم ادھم عن خواجہ فضیل بن عیاض عن خواجہ عبد الواحد بن زید عن امام حسن بصری عن حضرت علی۔ چشتیہ سلسلہ کی کئی شاخیں ہیں جو آگے چل کر مشہور بزرگوں کی نسبت سے مشہور ہوئی ہیں مثلاً چشتیہ صابریہ جو امام الطریقہ شیخ علاؤالدین کلیری ۶۸۹ سنہ ھ چشتیہ نظامیہ امام الطریقہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء ۷۲۵ ھ مخدومیہ نظامیہ ۷۸۵ سنہ ھ امام الطریقہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری اس سلسلہ کو جلالیہ بھی کہتے ہیں۔ درویشیہ نظامیہ ۹۰۱ ھ امام الطریقہ شیخ درویش محمد چشتیہ غفوریہ ۹۸۵ امام الطریقہ شاہ عبد الغفور اعظم پوری کے نام سے مشہور ہیں۔

حمزہ شاہی ۸۹۵ سنہ ھ۔

شیخ حمزہ ۸۹۵ ھ عن خواجہ گیسو دراز سے منسوب ہے۔

قلندر شاہی ۱۱۰۰ سنہ ھ شیخ عزیز مکی سے منسوب ہے۔

غزالیہ ۵۰۵ سنہ۔ امام الطریقہ امام محمد غزالی عن شیخ ابو المعالی سے منسوب ہے۔

عیدروسیہ ۸۵۵ ھ امام الطریقہ سید عبد اللہ عیدروسیہ سے منسوب ہے۔

قادریہ ۵۶۱ سنہ ھ یہ سلسلہ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کے اسم مبارک عبد القادر کی نسبت قادریہ مشہور ہوا۔ امام الطریقہ حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسود دینوری عن خواجہ ممشاد علی دینوری عن شیخ ابی العباس نہاوندی عن خواجہ ابی عبد اللہ خفیف عن شیخ احمد بن حسن عن خواجہ جنید بغدادی۔ حضرت غوث الاعظم نے بہت بزرگوں سے

Marfat.com

اجازت اور فیض حاصل کیا ہے۔ اس لیے آپ کا سلسلہ بہت طریقوں سے ہے۔ اس سلسلے کی زیادہ مستند شاخیں یہ ہیں :۔

اکبریہ ۶۳۸ھ۔ امام الطریقہ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی ۶۳۸ عن شیخ جمال الدین یونس عن حضرت غوث الاعظم شیرانیہ ۹۷۳ھ امام الطریقہ امام عبدالرب شیرانی ۹۷۳ھ عن امام جلال الدین سیوطی سے منسلک ہے۔

قمیصیہ ۹۹۲ھ۔ امام الطریقہ سید قمیص الاعظم ۹۹۲ھ سے متعلق ہے۔

کبرویہ ۶۱۸ھ۔ امام الطریقہ سید نجم الدین کبری ۶۱۸ھ عن شیخ ابوبکر نساج عن خواجہ ابوالقاسم گورگانی عن شیخ ابی عثمان مغربی عن شیخ علی کاتب عن شیخ علی رودباری عن خواجہ جنید بغدادی۔

رومیہ ۶۷۳ھ۔ امام الطریقہ جلال الدین رومی (مولینا) ۶۷۳ھ عن شیخ بہاؤالدین عن سید نجم الدین کبری، اس سلسلہ کو فارسیہ بھی کہتے ہیں۔

مولویہ قلندریہ ۷۲۴ھ۔

امام الطریقہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی عن مولانا روم قلندر صاحب کا سلسلہ اس طرح بھی ہے۔ قلندر بوعلی شاہ عن شہاب الدین عن شیخ امام الدین ابدال عن شیخ سیدالدین غزنوی عن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔

فردوسیہ ۶۹۳ھ

امام الطریقہ شیخ رکن الدین فردوسی ۶۹۳ھ عن شیخ بدرالدین سمرقندی عن سید نجم الدین کبریٰ۔

ہمدانیہ ۷۸۶

امام الطریقہ امیر کبیر سید علی ہمدانی عن شیخ شرف الدین خرقانی عن شیخ نورالدین عبدالرحمن اسفرائنی عن شیخ جمال الدین احمد جوزقانی عن شیخ رضی الدین علی عن سید نجم الدین کبریٰ۔

شطاریہ ۶۳۳ھ۔

امام الطریقہ شیخ عبداللہ شطاری ۶۳۳ھ عن شیخ محمد عارف عن شیخ محمد عاشق عن شیخ

Marfat.com

خدا قلی ماوراءالنہری عن خواجہ بایزید بسطامی۔

سہروردیہ ۶۳۳ھ

سہروردیہ :۔ امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین عن وجیہہ الدین عن شیخ اخی فرح زنجانی عن ابی العباس نہاوندی عن عبداللہ خفیف عن شیخ ادہم عن خواجہ جنید بغدادی

سہروردیہ کی بھی شاخیں ہیں ان میں زیادہ مشہور حمیدیہ ہے۔ جو قاضی حمید الدین ناگوری ۶۷۰ کی طرف منسوب ہے۔ بعض اس کو سلسلہ صوفیا کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ اکثر کا قول ہے کہ سلسلہ صوفیا صوفی حمید الدین ناگوری خلیفہ خواجہ اجمیری کے سلسلہ کا نام ہے۔

سہروردیہ کی ایک شاخ بہائیہ زنجانیہ بھی ہے۔ بہائیہ خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کا سلسلہ، مگر زنجانیہ کے متعلق تحقیقات نہیں ہو سکی ہے کہ یہ کس زنجانی بزرگ سے ہے۔

شاذلیہ ۶۰۵ھ امام الطریقہ شیخ ابوالحسن شاذلی ۶۰۵ عن عبدالسلام ابن مشیش

نقشبندیہ ۷۹۱ھ۔

خواجہ بہاؤالدین کمخواب بافی اور پھول بوٹے بنانے کا کام کرتے تھے۔ اس لیے لوگ ان کو نقشبند کہتے تھے۔ ان کی نسبت سے یہ سلسلہ مشہور ہوا ہے۔ امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند ۷۹۱، عن امیر سید بلال حسین عن شیخ محمد بابا سماسی عن علی رامتینی عن شیخ ابوالبحر غزنوی عن خواجہ عارف دیوگری عن خواجہ عبدالخالق غجدوانی عن شیخ یوسف ہمدانی عن شیخ ابوعلی فارمدی عن امام ابی القاسم قشیری۔

سلسلہ نقشبندیہ کی کئی شاخیں ہیں۔ ایک شاخ مجددیہ ہے جو بہت مشہور ہے۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے ہے۔

Marfat.com

مجددیہ ۱۰۳۴ھ۔

امام الطریقہ شیخ احمد مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ عن خواجہ باقی باللہ عن خواجہ کلنکی عن خواجہ درویش محمد عن شیخ زاہد محمد دخشی عن خواجہ عبداللہ احرار عن مولانا یعقوب چرخی عن علاؤالدین عطار عن خواجہ بہاؤالدین نقشبند۔

مداریہ ۸۴۰ھ۔

اولیاء اللہ کے مراتب میں قطب المدار ایک مرتبہ ہے۔ سید بدیع الدین شاہ مدار اسی مرتبہ کے بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے یہ سلسلہ مداریہ مشہور ہوا۔

سنوسیہ ۱۳۸۶ھ۔

امام الطریقہ سید احمد الشریف السنوسی (متوفی غالباً ۱۳۵۶ھ) عن سید اعصری عن سید احمد افریقی عن سید ابن السنوس عن سید احمد بن اویس عن سید عبدالوہاب التازی عن سید عبدالعزیز الرباع عن احمد الخضر عن خواجہ بایزید بسطامی۔

حیدریہ

شیخ حیدر راویہ ایک بزرگ ساتویں صدی کے عشرہ دوئم میں تھے۔ ان سے ایک مرتبہ یہ کرامت ہوئی کہ انہوں نے ایک تلوار کو توڑ کر اپنی گردن میں ڈال لیا گویا لوہا موم ہوگیا، یہ تحقیق نہیں ہوسکا یہ شیخ حیدر کس سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اس سلسلہ کے لوگوں نے طوق پہننے شروع کر دیے۔

سداسہاگ ۸۵۳ھ

یہ سلسلہ شیخ موسیٰ سہاگ کی طرف سے منسوب ہے۔

یہ سمجھنے میں دقت نہ ہو کہ ایسی باتیں جن کا نام و نشان سلف صالحین کے احوال و اقوال میں نہیں ملتا کہاں سے آگئیں۔ اب جبکہ موجود ہیں تو ان کی اصل کیا ہے اور کس حد تک تصوف کما حقہٗ یا اسلامیہ میں قابلِ برداشت ہیں۔ اس مختصر تشریح کے بعد جو فہم و

Marfat.com

تفہیم کے لیے کافی ہے ہم تصوف کے سلسلے کو جہاں تبع تابعین تک چھوڑا پھر جاری رکھتے ہیں۔

دورِ اول حضرت بایزید بسطامی پر ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی وفات ۲۶۱ھ میں اور بعض روایات کے مطابق ۲۳۳ھ میں ہوئی۔ اس دور میں اکابر صوفیا کرام گزرے ہیں جن کا تذکرہ ہر ایک تذکرہ نویس نے کیا ہے اور عام مورخین نے بھی ان کے حالات قلمبند کئے ہیں ان میں شیخ سعدی، شیخ عطار، علی ہجویری اور مولانا جامی کی کتابیں تو پاکستان میں ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہیں۔

دورِ اول کے صوفیا کرام میں ذوالنون مصری متوفی ۱۴۵ھ اور حسن بصری، رابعہ بصری، مالک بن دینار محمد واسع، حبیب عجمی، ابو عتبہ، ابو حازم مکی، فضل عیاض متوفی ۱۸۰ھ، داؤد طائی (متوفی ۱۷۵ھ) ابراہیم ادھم متوفی ۱۷۱ھ معروف کرخی متوفی ۲۰۰ھ احمد خضریہ ۲۴۰ھ اور سری سقطی ۲۵۳ھ وغیرہم مشاہیر صوفیاء ہیں۔ جب ذوالنون نے موطا امام مالک سے خود سبقاً سنا اور خود بھی فقہ مالکی کا بہت بڑا عالم تھا آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ مصری لتیوں کو پڑھا کرتے تھے۔ شاہو بھی کہتے ہیں ان کے دو طریق ہیں۔ موئی سہاگ عن شاہ سکندر عن شاہ جیولال قلندر عن شاہ جمال مجرد عن شاہ ابراہیم گرم سیل عن شیخ ابوالنجیب سہروردی۔

شاہ جمال مجرد عن سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری عن شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ابوالنجیب سہروردی۔

رسول شاہی ۱۸۱۷ء

رسول شاہ کا نام عبدالرسول تھا۔ موضع بہاولپور نزد الور کا باشندہ تھا۔ الور میں بساط خانہ کی دکان کرتا تھا۔ ۱۸۱۷ء میں دکان میں خسارہ آیا۔ اس صدمہ سے عبدالرسول کو جنون آ گیا۔ داڑھی مونچھ سر منڈا دیا اور بڑ ہانکتا پھرا کرتا تھا۔ نشے نے بھنگ وغیرہ کا عادی کر دیا تھا۔ ایک مولوی محمد حنیف تھے۔ وہ مجذوب سمجھ کر معتقد ہو گئے۔ انہوں نے تصوف کا

Marfat.com

رنگ چڑھانا شروع کر دیا اور ایک شجرہ طریقہ مرتب کر لیا۔ بعض فرقے تو ایسے شروع ہوئے جو بالکل شرع کے خلاف تھے۔ مثلاً رسول شاہی۔ رسول شاہ کے بعد ان کے معتقدین نے حنیف شاہ کو سجادہ نشین بنایا۔

پوکہ شاہی ۱۰۴۹ھ

شاہ پوکہ عن نظام الدین مارنوی عن شیخ خانون عن شیخ حسین ناگوری عن اسماعیل، اسماعیل کے بعد رسول شاہی میں دیکھیں۔ اس کو نظام شاہی بھی کہتے ہیں۔

محل شہباز یہ ۷۲۱ھ

سید محل شہباز عن خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی جبلی۔۔۔ کرم علی جبلی عن شیخ محمد کشمیری، یہ فقیر کوڑا پاس رکھتے تھے اور اپنے بدن پر مار مار کر دریوزہ گری کرتے ہیں۔ حیدرآباد دکن میں ہندو فقیروں کا ایک گروہ ہے وہ بعینہ یہی ہے وہاں ان کو (اعلاما) کہتے ہیں۔

قاسم شاہی ۱۰۵۳

حاجی قاسم عن شیخ محمد کشمیری عن شیخ یعقوب صُوفی کشمیری عن شیخ سلیم چشتی۔ اس سلسلے کے فقیر پیروں میں گھونگرو پہنتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں۔

محمود شاہی ۱۰۵۳

سید شاہ محمود نورنگ بن شاہ محمد بن سید عثمان جھُولا۔ یہ سہروردی سلسلہ کے شیوخ میں سے تھے۔ بعض نے قادری لکھا ہے۔ ۱۰۵۳ھ میں وفات پائی۔

جھُولا شاہی ۹۱۲

یہ سلسلہ شاہ عثمان جھُولا بخاری سے ہے۔ ان کا مزار قلعہ لاہور کے اندر ہے۔ یہ شیخ پیر مشہور ہیں۔

مادھولال حسین ۱۰۵۶ھ

Marfat.com

شیخ مادھو عن شیخ حسین لاہوری عن شیخ بہادل دریائی عن شیخ لطف اللہ عن شیخ نصیرالدین قریشی سہروردی۔

دولاشاہی ۱۰۷۵ھ

شاہ دولا عن سید ناذر عن لونگا شاہ کبیر عن شیخ صدرالدین عن شیخ رکن الدین ابی الفتح ملتانی عن شیخ صدرالدین عارف عن شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی۔ اس سلسلے کے فقیر پیشانی پر الف لکھتے ہیں۔ اور الف اللہ والے کہلاتے ہیں۔

خضری ۹۶۴ھ

شیخ خضر سیوستانی عن شاہ سکندر عن خواجہ جانی عن سید علی عن شیخ جمال عبرد عن شہباز عن ابی اسحاق عن شیخ مرتضیٰ سبحانی عن شیخ احمد بن مبارک عن حضرت غوث الاعظم

نوربخشی

کشمیر، لداخ، تبت، بلتستان میں ایک فرقہ ہے جو نوربخشیہ کہلاتا ہے۔ لداخ میں ان کا شمار چالیس ہزار ہے۔ یہ لوگ سید نوربخش کو امام مہدی مانتے ہیں۔ "احوطہ" نامی ان کی مقدس کتاب ہے۔ ان کے عقائد و اعمال کسی حد تک شیعوں سے ملتے ہیں۔ اس کے بانی شمس الدین ایک عراقی تھے۔ وُہ خراسان آیا اور تقیہ کر کے اہل سنت والجماعت رہا خراسان کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ سلطان نے اس کو سفیر بنا کر کشمیر بھیجا۔ حسن شاہ بادشاہ نے اس کو تسلیم نہ کیا اور اس کی سفارت ناکام ہوگئی۔ واپس خراسان گیا۔ سلطان کو پتہ چلا کہ میر شمس نے تقیہ کر رکھا ہے اور وہ شیعہ ہے۔ سلطان نے اس کو خراسان بدر کر دیا۔ میر شمس وہاں سے دوبارہ کشمیر آئے واپسی پر ظاہر کیا کہ وہ شاہ قاسم انور ابن سید نوربخش کا خلیفہ ہے۔ سید نوربخش سے کشمیریوں کے ایک خاص طبقہ کو خاص عقیدت تھی۔ سلسلہ ہمدانیہ کے ایک بزرگ بابا اسماعیل کشمیر میں تھے میر شمس نے ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اس طرح کشمیر میں ان کا مرتبہ بلند ہوگیا۔ شمس نے ایک دن ایک کتاب احوطہ نام

Marfat.com

لکھ کر ایک درخت کے تنے میں چھپا دی۔ ایک سال کے بعد لوگوں سے کہا، مجھے خواب میں نوربخش نے کہا ہے درخت کاٹ کر دیکھو۔ اس میں اُن کے عقائد کی کتاب ملے گی۔ کتاب نکالی گئی اور لوگوں نے عقائد اس کے مطابق قائم کئے۔ اور اس طرح فرقہ نوربخش نے اس کتاب کے تحت اپنا مسلک اختیار کیا۔ کشمیر کے ایک بڑے قبیلہ چک نے میر شمس کو شیعہ تسلیم کیا ہے لیکن کتاب احوطہ کے بارے میں کہا ہے یہ اس کی کتاب نہیں ہے کسی گمراہ ملحد کی ہے۔ بعض مصنفین نے ان عقائد کی اشاعت میں سید نوربخش کو شامل کیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ سید نوربخش ایک مستند بزرگ کے خلیفہ اور صاحبِ علم تھے۔ اس کے علاوہ وہ سنہ ۸۶۹ھ میں وفات پا چکے تھے۔ صاحبِ تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے میں بدخشاں میں نوربخش فرقے سے ملا ہوں میرے ہمدرس رہتے ہیں۔ سب شریعت ظاہری سے آراستہ اور سننِ نبوی سے پیراستہ فرقہ ہے۔ اہل سنت والجماعت سے متفق فرقہ ہے۔

شجرہ نسب خاندان نوربخشیہ

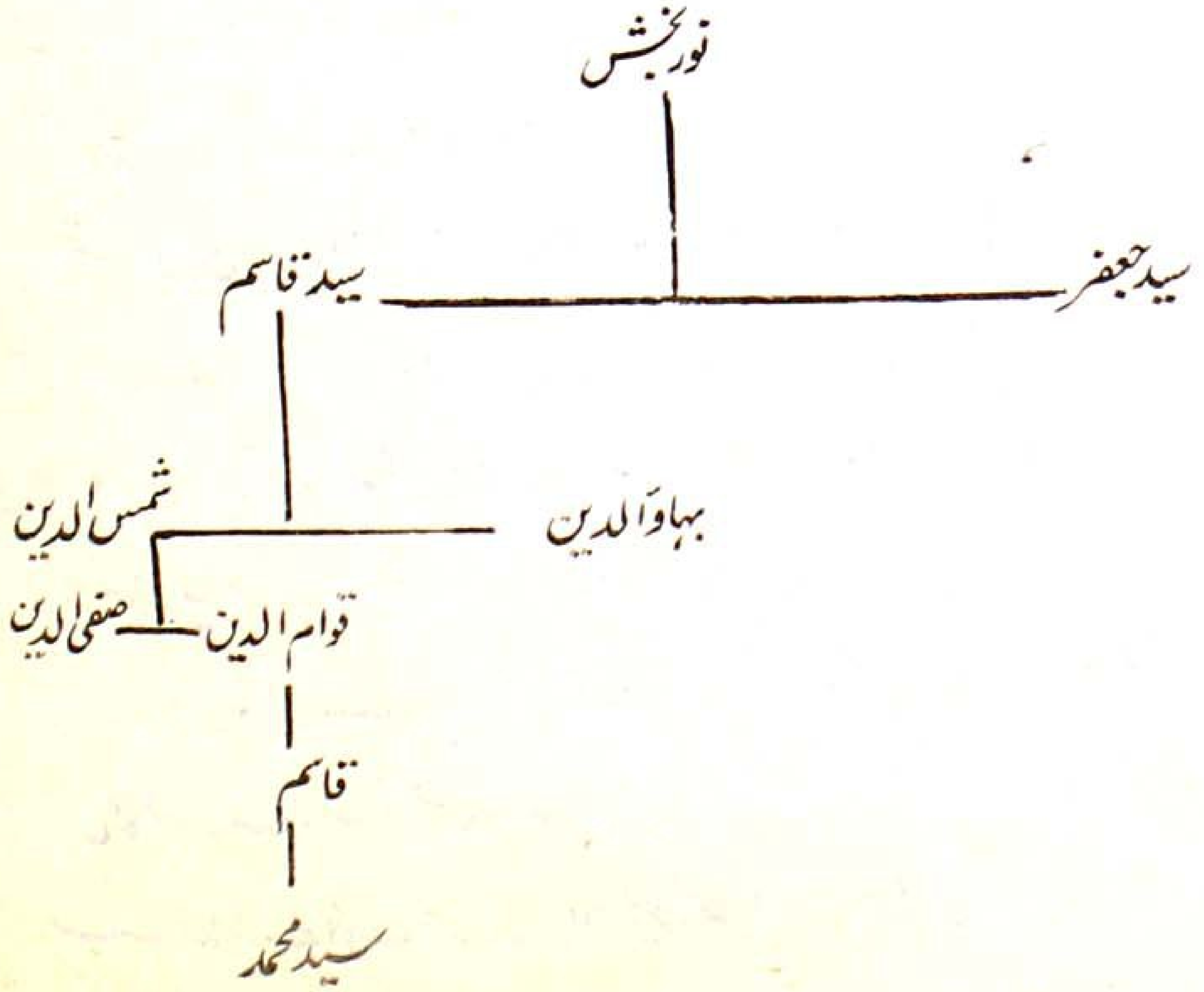

Marfat.com

عارف شاہی

ایک گروہ فقیروں کا عارف شاہی مشہور ہے۔ سید عارف شاہ کے بعد اس گروہ کا پتہ نہیں چلتا۔ ستھرا شاہی فقیروں کا گروہ جس میں مسلمان اور ہندو دونوں ہوتے ہیں یہ گورو نانک کے مرید کہلائے جاتے ہیں۔ ان کا مسلک ڈنڈے بجانا اور بھیک مانگنا ہے

نعمت اللہ شاہی ۸۳۴ھ۔

اس گروہ کے فقیر نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں۔ ترکی تاج اوڑھتے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت نعمت اللہ ولی کا ہے۔

سید شاہی ۹۴۲ھ

سید محمد حضوری امام موسیٰ کاظم کی نسل سے تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر مدنی و حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی وجہ سے تمام سلاسل تمام ممالک میں پہنچ گئے۔

Marfat.com

سلسلہ قادریہ

برصغیر میں یہ سلسلہ خاص شہرت کا حامل ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس کے بانی عراقی حنبلی مسلک کے مایہ ناز صوفی عبدالقادر جیلانی (۱۱۶۶۔۱۰۷۷ء) ہیں جن سے مسلمان عوام خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے والے محمد غوث ہیں جنہوں نے اس مسلک کے معتقدین کا گروہ اُدچ شریف میں ۱۴۸۲ میں پیدا کیا۔ اس کے بعد ہندوستان میں مغلیہ دور میں شاہ نعمت اللہ اور مخدوم محمد جیلانی نے بڑے پیمانے پہ پیروی کی۔

سولھویں صدی میں اس مسلک کو فروغ دینے والوں میں سے شیخ داودؒ رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے مریدوں نے اس مسلک کو غیر مذاہب میں پھیلانے کا بھی بیڑا اٹھایا اس طرح اس مسلک کے پیروکاروں نے بہت بڑا تبلیغی کام بھی سرانجام دیا۔

ہند میں قادریہ سلسلہ کو سترھویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ یہ فروغ شاہ جہان کے بیٹے داراشکوہ اور بیٹی جہاں آرا کے پیر طریقت حضرت محمد میر (۱۶۳۵۔۱۵۵۰ء) عرف میاں میر کی شرعی اور روحانی خدمات کا نتیجہ تھا۔ میاں محمد میر زبردست توحید پرست تھے جن پر ابن العربی کی تعلیمات کا بہت زیادہ اثر تھا اور انہوں نے اس دور کے مشہور عالم دین عبدالحکیم سیالکوٹی کے ساتھ اس سلسلہ میں بہت مناظرے اور مباحثے کئے ہیں۔ اٹھارھویں صدی کے قادریہ سلسلہ کے عالم دین اور مجتہدین ملا شاہ اور محب اللہ الہ آبادی بھی ابن عربی کی تعلیمات سے بہت حد تک متاثر تھے۔ قادریہ سلسلہ کے لوگ غیر مسلموں

Marfat.com

سے خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک کے قائل رہتے ہیں اس کی وجہ دارا شکوہ کی مذہبی مبانہ روی کی پالیسی بھی ہوسکتی ہے۔

اگرچہ دوسرے سلسلے اورنگ زیب کے دور میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہ کر سکے لیکن قادریہ سلسلہ اس دور میں بھی سرزمین ہند میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھا گیا۔ مسلمانان ہند قادریہ سلسلہ کے بانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی کو بڑی محبت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے روضہ مبارک کے بغداد میں ہونے کی وجہ سے شہر بغداد کو مقامات مقدسہ میں سے گردانتے ہیں، یہ سلسلہ شریعت کی سختی سے پابندی کی تلقین کرتا ہے۔

قادریہ سلسلہ حضرت خواجہ جنید بغدادی سے شروع ہوتا ہے اور سلسلہ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کے اسم مبارک عبدالقادر جیلانی کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوا امام الطریقہ حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسود دینوری عن خواجہ ممشاد دینوری عن ابی العباس، عن خواجہ ابی عبداللہ خفیف عن شیخ احمد بن حسن عن خواجہ جنید بغدادی، حضرت غوث الاعظم نے بہت بزرگوں سے اجازت اور فیض حاصل کیا ہے۔ اس سلسلہ کی زیادہ مستند شاخیں جن کا تذکرہ سلاسل اولیاء کبار میں مہلا ہوا ہے یہ ہیں۔ اکبریہ، شیرانیہ، قمیضیہ، کبرویہ، ردمیہ، قلندریہ، فردوسیہ، ہمدانیہ، شعاریہ ہیں۔

قادری سماع بالمزامیر کے خلاف ہیں۔ قادری درویش بالعموم سبز پگڑی باندھتے ہیں اور ان کے لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ ہلکے بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ درود شریف کو بڑی اہمیت دیتے ہیں ان کے عمل میں ذکر خفی اور جلی دونوں جائز ہیں۔

Marfat.com

سلسلہ نقشبندیہ ۷۹۱ھ

خواجہ بہاؤالدین کمخواب بافی اور پھول بوٹے بنانے کا کام کرتے تھے اس لیے لوگ ان کو نقشبند کہنے لگے ان کی نسبت سے یہ خاندان مشہور رہا۔ امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند ۷۹۱ عن خواجہ سید کلال عن خواجہ شیخ بابا سماسی عن شیخ راتنی عن شیخ الوالمجر غزنوی عن خواجہ عارف دیوگری عن خواجہ عبدالخالق لبندانی عن شیخ یوسف ہمدانی عن شیخ ابوعلی فارمدی عن امام ابی القاسم قشیری عن خواجہ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نقشبندیہ سلسلہ پاک و ہند کا ممتاز سلسلہ صوفیا ہے۔ اس کی بنیاد وسط ایشیا میں پڑی نقشبندیہ سلسلہ معرض وجود میں اس وقت آیا ہے جب ایران پر منگول ترکوں کے لادینی اثرات پڑنے لگے اس کی بنیاد یا بانی ہونے کی نسبت احمد عطا یسوی کو دی جاتی ہے جیسے کہ عزیز احمد لکھتے ہیں

The Foundation is attributed to Ahmed Ata Yaswi (d1116). It was developed by Bahaudine. Apocryphally it traced its discipline through Abu-Yazid Bistani to the First orthodox caliph, Abu Bakr."

اس کی ترقی اور اس سلسلہ کو پھیلانے میں خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کو سہرا حاصل ہے

An intellectual History of Islam By Azize Ahmed P. 40.

Marfat.com

نقشبندیہ سلسلہ کو بابر کی سرپرستی ہونے کے سبب سے ہندوستان میں اکبر کے زمانے میں باقی باللہ کو (۱۵۶۳-۱۶۰۳) اس سلسلہ کی بنیادوں کو مستحکم بنانے میں کافی تقویت حاصل ہوئی۔ اس سلسلہ کا رہنما مسلک وحدت الشہود تھا۔ یہ مسلک نقشبندیہ سلسلہ والوں نے الحلاج سے لیا۔ علاؤ الدولہ سمنانی نے ۱۳۲۶ء میں وسط ایشیا میں اس مسلک کو فروغ دیا اور ہندوستان میں مکمل طور پر نقشبندیہ سلسلہ کے صوفی شیخ احمد سرہندی نے اس کو تشہیر دی۔ شیخ احمد سرہندی کے مسلک اور شیخ ابن عربی کے مسلک وحدت الوجود میں ہندوستان میں بہت فرق پیدا ہوا۔ شیخ احمد سرہندی کا کہنا تھا کہ وحدت الوجود اسلامی شریعت کی نفی کرتا ہے جیسے کہ عزیز احمد صاحب لکھتے ہیں:

> Shiekh Ahmad Sirhindi's severe attack on Ibn-al-Arb's Pantheistic monism changed the mystical moorings in Muslim India. He argued that the doctrine of onto-logical monism was in conflict with religion as well as reason in its denial of all existence except that of God Phenomenological monism on the other hand beleived in simple unitarianism. God exists and is unique (yagana) and no created object can be a part of him anyway. Therefore it will be wrong to say; All is God; it will be more correct to say; All is from him. Sirhindi worked out a close integration between sufism and theology."

اس طرح شیخ احمد سرہندی نے صوفی اور اہل شریعت کو بھی قریب لائے اس کے بعد شاہ ولی اللہ نے اپنے منطقی استدلال سے ابن عربی کے خیالات کو اور بھی پامال کر دیا کیونکہ شیخ احمد سرہندی نے لوگوں کو مسحور اور قائل کر دیا تھا نقشبندی سلسلہ کے پیروکاروں میں مشہور شاعر مظہر جانجاناں ۱۷۸۰ء-۱۶۹۹ء کا بھی اہم کردار ہے سلسلہ نقشبندیہ جو ہندو مخالفت میں پیش پیش رہا تھا جانجاناں کی وجہ سے ہندوؤں کے لیے مرغوب خاطر اور دلکشی کا باعث بنا۔

An intellectual history of Islam By Aziz Ahmad P. 41.

Marfat.com

مظہر جانجاناں اور ان کے جانشین غلام علی نے اپنے مرید سمندر پار بھیجے جن میں خالد الکردی مشہور ہے۔ خالد الکردی نے نقشبندی سلسلہ سلطنت عثمان میں پھیلایا۔ اس سے قبل سرہندی کے پیرو وسط ایشیا میں پھیل چکے تھے سلسلہ نقشبندیہ انیسویں صدی میں تاریکی میں کسی حد تک ڈوبا رہا لیکن پھر اسی دور میں نقشبندیہ سلسلہ کا آفتاب کشمیر اور پنجاب میں درخشندہ اور تابندہ ہوا۔

نقشبندیہ ذکر جلی کے خلاف ہیں فقط ذکر خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ بالعموم مراقبے میں سر کو جھکائے آنکھوں کو بند کیے یا زمین پہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ موسیقی اور سماع کے خلاف ہیں احکام شریعت پر سختی سے عامل ہیں۔ ان کے ہاں مرشد اپنے مریدوں سے الگ نہیں بیٹھتا بلکہ حلقہ میں ان کا شریک ہوتا ہے اور توجہ باطنی سے ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

سلسلہ سہروردیہ

سہروردیہ سلسلہ کے بانی شیخ نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی (۱۱۶۸) ہیں لیکن اس کی باضابطہ بنیاد اور اس کے فروغ کی دستار فضیلت ان کے بھتیجے شیخ شہاب الدین سہروردی کے سر ہے (۱۲۳۴)۔ شیخ شہاب الدین سہروردی عراق میں پیدا ہوئے۔ جب ایران اور عراق خانہ جنگی کا مرکز بنا اور سہروردیہ سلسلہ کے سینکڑوں لوگ ہند میں آباد ہوئے۔ ان میں ایک حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا نے سہروردی سلسلہ کو تیرھویں صدی میں ملتان میں رائج کیا اور دوسرے جلال الدین تبریزی ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کو بنگال میں قائم کیا۔

خواجہ بہاؤالدین زکریا نے اپنی پیر مریدی اور بیعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر جاری رکھا اور بہت ہی شان و شوکت سے بلکہ جاہ و جلال سے اس سلسلے کی پیروی شروع ہوئی۔

Marfat.com

خواجہ صاحب نے التمتش سے راہ و رسم قائم کی اور انہوں نے نورالدین مبارک کو جو ان کے مرید تھے شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز کیا۔

سہروردیہ سلسلہ کے لوگوں نے سلاطین دہلی کے ساتھ قابل تحسین روابط قائم رکھے۔ اس سلسلہ میں صرف خواجہ بہاؤالدین زکریا کے فرزند ہی واحد وہ صوفی تھے جنہوں نے فقر و فاقہ اختیار کیا اور سلطان نشینی اور حاشیہ نشینی کو بالکل قبول نہ کیا۔ شیخ خواجہ صدرالدین عارف زکریا صاحب ۱۲۸۵ء نے چشتیہ سلسلہ والوں کی طرح تجرد اختیار کر کے ساری زندگی فاقہ قناعت اور ریاضت میں گزاری۔ ان کے فرزند خواجہ رکن الدین نے دوبارہ شاہانہ زندگی اور شاہان جاہ و جلال کو اختیار کر کے سلاطین کے ساتھ از سر نو تعلقات قائم کیے۔ اس نے تغلق اور خلجی شاہان کے ساتھ اچھے روابط رکھے چونکہ محمد ابن تغلق کی حکمت عملی یہ تھی کہ صوفیا کو سلطنت کی مضبوطی کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا اور ان سے سیاسی مفاد حاصل کیے جانے لگے اس طرح اس سلسلہ کے لوگ اور ماننے والے حکومت کے زیر اثر آ کر پامال اور پابہ زنجیر ہوئے۔ سہروردیہ صوفیوں کا قول تھا کہ سلاطین کے ساتھ منسلک رہنے سے انکا مقصد اُن کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو صاف پاک اور بلند تر دکھنا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ برعکس تھا کہ ملتان کے خاص سہروردی سلسلہ کے صوفیاء کا اخلاقی تنزل شروع ہوا، اس کی مثال آخری شیخ پر محمد ابن تغلق کی سزا کا حکم ہے

اُوچ شریف کی سہروردیہ سلسلہ کی شاخ کے بانی جلال الدین سرخ بخاری تھے جو عام طور پر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نام سے مشہور ہیں جنہوں نے دنیاوی اور احسن رشتے تعلق شاہوں سے قائم کیے۔

امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی ۶۳۲ھ عن شیخ ضیاءالدین عن وجیہہ الدین عن شیخ اخی فرج زنجانی عن ابی العباس نہاوندی عن عبداللہ خنیف عن شیخ ادھم عن خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

سہروردیہ سلسلہ کی بھی شاخیں ہیں ان میں زیادہ مشہور شاخ حمیدیہ ہے جو قاضی

Marfat.com

حمیدالدین ناگوری ۰۰۶ کی طرف منسوب ہے بعض اس کو سلسلہ صوفیہ کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ اکثر کا قول ہے کہ سلسلہ صوفیہ صوفی حمیدالدین ناگوری خلیفہ خواجہ اجمیری کے سلسلہ کا نام ہے۔

سہروردیہ کی ایک شاخ بہائیہ زنجانیہ بھی ہے۔ بہائیہ خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کا سلسلہ ہے مگر زنجانیہ کے متعلق تحقیق نہ ہوسکا کہ یہ کس زنجانی بزرگ سے ہے ان کے ہاں سانس بند کرکے اللہ ہُو کا ورد کرنے کا رواج ہے۔ ذکر جلی وخفی دونوں کے قائل ہیں۔ سماع کے خلاف ہیں اور تلاوت قرآن پر خاص طور پر زور دیتے ہیں۔

چشتیہ سلسلہ

چشتیہ سلسلہ خواجہ ابی احمد ابدال ۳۰۰ھ عن شیخ ابی اسحاق شامی عن خواجہ ممشاد علو دینوری عن خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری عن شیخ حذیفہ مرعشی عن شیخ ابراہیم ادھم عن خواجہ فضیل بن عیاض عن خواجہ عبدالواحد بن زید عن امام حسن بصری عن حضرت علی۔

چشتیہ سلسلہ کی کئی شاخیں ہیں جو آگے چل کر کئی بزرگوں کی وجہ سے مشہور ہوئیں ان میں چشتیہ صابریہ، چشتیہ نظامیہ، مخدومیہ نظامیہ، درویشیہ نظامیہ، چشتیہ غفوریہ مشہور ہیں ان کے امام الطریقہ کا تذکرہ پہلے سلاسل صوفیا میں ہوچکا ہے۔

سلسلہ چشتیہ میں کچھ لوگوں نے اس سلسلہ کو حسن البصری سے منسوب کیا ہے۔ اصل میں یہ سلسلہ موضع چشت ہرات سے قائم ہوا ہے جہاں ابواسحاق جو بارھویں صدی میں گزرے ہیں کے ساتھ اس سلسلہ کا تعلق ہے اور وہی اس کے بانی ہیں۔ ہندوستان میں اس سلسلہ کی ابتدا معین الدین سجزی (۱۲۳۶ء) نے شروع کی اور اس سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔ ان

Marfat.com

کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سلسلہ قادریہ، کبیرویہ، سہروردیہ کے بانی حضرات سے اپنی دور دراز سیاحت اور مسافت میں ملاقات کر چکے تھے اور انھوں نے اجمیر کو اپنے سلسلہ کا مرکز اس لیے قائم کیا کیونکہ یہ علاقہ ہندو تہذیب کا گہوارہ تھا اور راجے مہاراجے اپنی طاقت اور بہادری کے نشے سے چور تھے یہ ۱۱۹۲ء غوریوں کا زمانہ تھا۔

اگرچہ خواجہ اجمیرؒ نے کافی تبلیغی اور روحانی خدمات انجام دیں لیکن باضابطہ اس سلسلہ کو کو پھلنے پھولنے کا موقعہ سلاطین اسلام کے زمانے میں ہی ملا۔ ان کے مرید بختیار کاکی ۱۲۳۶ء نے دہلی اور حمید الدین نے ناگور میں خانقاہیں قائم کیں۔ اول الذکر اسلام اور اسلامی تہذیب کا داعی اور مؤخر الذکر نے کچھ ہندو رسم و رواج کو فروغ دیا یعنی حمید الدین چشتی نے گوشت سے پرہیز اور دیہاتی ہندو زندگی کے کچھ آداب اپنائے۔ بختیار کاکی کے شاگرد گنج شکر فرید الدین اور علی ابن احمد صابر گزرے ہیں۔ علی بن احمد صابر نے چشتیہ سلسلہ کی ذیلی شاخ چشتیہ صابریہ قائم کی۔

دہلی کے معروف چشتیوں میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بابا فرید گنج شکر کے شاگرد گزرے ہیں۔ انھوں نے اسلامیانِ ہند کی معاشرتی زندگی پر اعلیٰ اخلاقی اثرات ڈالے جس کی وجہ سے انھیں اعلیٰ قدر و منزلت سے دیکھا جاتا ہے۔ خلجی اور تغلق خاندان کے بادشاہوں نے انھیں بہت ہی قدر و منزلت سے دیکھا اور ان کے علم و فراست کی قدردانی میں انھوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

محمد بن تغلق نے چشتیہ شیوخ پر دباؤ ڈالا کہ وہ ہندوستان کے صوبوں میں پھیل جائیں اور اسلام کو سیاسی دینی اور دنیاوی طور سے فروغ بخشیں۔ اس طرح جب اس سلسلہ کو لوگ دوسرے صوبوں میں منتشر ہوئے تو ان کی شیرازہ بندی بکھر گئی۔ حضرت شیخ سراج الدین ۱۳۵۷ء نے چشتیہ سلسلہ کو بنگال تک وسعت بخشی اور ان کے مشہور مرید اشرف جہانگیر سمنانی ۱۴۰۵ء نے دریائے گنگا کے آر پار اس سلسلہ کا پرچار کیا۔ دکن میں برہان الدین

Marfat.com

غریب ۱۳۴۰ نے چشتیہ سلسلہ پھیلایا اور دوسرے معروف چشتی سلسلہ کے مبلغ خواجہ بندہ نواز گیسودراز ۱۴۲۲ء ہیں۔ خواجہ بندہ نواز گیسودراز سلسلہ صوفیاء کے چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ صابریہ سلسلہ کے پھیلانے میں احمد عبدالحق کا بہت ہاتھ ہے جو پندرھویں صدی میں گزرے ہیں۔ شیخ سلیم اکبر کے زمانے میں مشہور قابل احترام چشتیہ سلسلہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں شیخ حکیم اللہ نے چشتیہ سلسلہ کی ایک ذیلی شاخ چشتیہ نظامیہ قائم کرکے اس سلسلہ کی تجدید اور احیاء فرمائی۔ چشتیہ سلسلہ کا مسلک حضرت ابن عربی کے مسلک سے ملتا ہے۔ چشتیہ سلسلہ کے اذکار وہی ہیں جو دوسرے سلسلوں کے اذکار ہیں۔ اس سلسلہ میں ذکر دم جو شاید ہندو طریقہ عبادت سے لیا گیا ہے بھی شامل ہے۔ اسے مراقبہ بھی کہتے ہیں۔ ہندوستانی عبادات طریقہ جو چلہ کشی کے نام سے معروف ہے بھی چشتیہ سلسلہ میں شامل ہے یعنی ۴۰ روز کی تنہائی کی عبادت یا چالیس کا چلہ۔ اس عبادت میں چلہ ماکوس بھی شامل ہے اس چلہ کے تحت سالک سے ۴۰ روز تک کنویں میں سر کے بل عبادت کرنا مقصود ہے جو بلاشبہ ہندو عبادت سے ماخوذ ہے چشتیوں میں مجلس سماع روحانی عبادات کا حصہ ہے رنگین کپڑے پہنتے ہیں۔ ابتدائی دور کے چشتیہ سلاسل کے لوگ زمین کا لگان یا جاگیر یا وظیفہ نہیں لیتے تھے اگرچہ ہدیہ یا نذرانہ فتویٰ دینے پر لیا کرتے تھے مگر ذخیرہ اندوزی پالیسی انداز نہیں کرتے تھے۔

Marfat.com

برّصغیر میں تصوّف

برّصغیر ہندوپاک میں فریضۂ تبلیغ اسلام جس جماعت نے حتی المقدور ادا کیا وہ صوفیہ ہی کی باعث ہے۔ انھوں نے اپنے فرض کو سمجھا اور اسے پورے طور پر ادا کیا۔ یہ ان کے نفوس مذہبیہ کا اثمہ ہے کہ آج اس برّصغیر میں دس کروڑ کے قریب مسلمان موجود ہیں۔ وراگر وہ بھی دوسری جماعتوں کی طرح تغافل اور تساہل سے کام لیتے اور اس فریضہ کی جانب توجہ نہ دیتے تو اس کفرستان میں نہ توحید کا چراغ روشن ہوتا اور نہ ہی فرزندان اسلام نظر آتے۔

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں سب سے پہلا مبلغ جو یہاں وارد ہوا، وہ شیخ اسماعیل محدث بخاری تھے۔ وہ یہاں اس زمانے میں وارد ہوئے جب سرزمین پنجاب ہندو راجاؤں کے زیرنگین تھی اور محمود غزنوی اور اس کے جانباز سپاہی اس خطہ کو روند رہے تھے۔ شیخ محمد اسماعیل بخارا کے سید تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے وہ ۱۰۰۵ء میں لاہور میں وارد ہوئے اور وعظ و ذکر کے ذریعے تبلیغ اسلام شروع کی آپ کا وعظ اتنا پُرتاثیر ہوتا تھا کہ ایک ایک مجلس میں صدہا لوگ مشرف بہ سلام ہوتے تھے۔ چنانچہ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء میں فرماتے ہیں "چوں شیخ اسماعیل در لاہور تشریف آورد بروز جمعہ ثانی یا نصد و پنجاہ و بروز جمعہ ثالث یک ہزار کس در زمرہ اہل توحید داخل گشتند۔ نیز صاحب تذکرہ علمائے ہند اُن کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں" از علمائے محدثین و مفسرین بود۔ اوّل کسے است کہ علم تفسیر و حدیث در لاہور آورد" ہزار ہا مردم در مجلس وے مشرف بالسلام شدند۔

Marfat.com

در سال چہار صد چہل دہشت ہجری در لاہور درگذشت۔

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جس بزرگ نے شیخ اسلام سے زیادہ کام کیا اور جس کا نام آج بھی ہر خاص و عام کی زبان پر ہے وہ غزنین کے مشہور صاحب دل بزرگ شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہیں زبان خلق حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ ۱۰۰۹ھ کے قریب پیدا ہوئے اور مختلف اسلامی ممالک میں سفر کرنے اور بہت سے پیران طریقت سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اور ساتھی بھی تھے اور یہ زمانہ سلطان مسعود ابن سلطان محمود غزنوی کا تھا۔ یہاں آپ نے ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کی درس و تدریس کے ساتھ آپ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ان میں ممتاز شخصیت راہ راجو کی تھی۔ وہ سلطان مودود ابن مسعود غزنوی کی جانب سے لاہور کا نائب تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ شیخ ہندی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی اولاد آج تک داتا گنج بخش کے خادم اور مجاور چلے آتے ہیں۔

یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ متذکرہ صوفیاء کے ظاہری اور باطنی علوم نے تبلیغ اسلام میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ دان ہمیں کہتے ہیں کہ مسلمان سمندر پار کر کے ہند میں داخل ہوئے یا ایران اور افغانستان کے راستے ہند میں داخل ہوئے اور سندھ کو علم و تبلیغ کا مرکز بنایا یا خیبر پاس ہے جہاں سے مسلمان صوفیاء ہند میں وارد ہوئے۔ تاریخ دان لکھتے ہیں کہ مسلمان صوفیاء ہند میں جنوبی ساحل مالا بار میں پہنچ گئے یہ صوفیاء جہاں مبلغین تھے وہاں تاجر بھی تھے۔ ابن بطوطہ کے قول کے مطابق اسلام بہت پہلے بلکہ ابن بطوطہ کے زمانے ہی میں صوفیاء کی بدولت ہند میں پہنچا تھا۔ جان اے سبحان رائے لکھتے ہیں :۔

Marfat.com

" IBn Batuta repeats that during his visit to Ceylon, he found the tombs of several preachers and saints, including those of Shiekh Abdullah Hanif, Shiekh Uthman and Baba Tahri."

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۱۲۲۵ء) ایک ایسی عظیم ہستی ہیں ، جن کے فیض و برکات سے اسلام کی گرانقدر خدمات حاصل ہوتی ہیں۔ آپ سجستان میں پیدا ہوئے۔ نیشاپور، ہرات سمرقند، تبریز، اصفہان اور بغداد وغیرہ کی سیاحت کے بعد ملتان آئے۔ اس کے بعد شہاب الدین محمد غوری کے زمانے میں اجمیر آئے۔ اپنے مریدوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت دی ان کے سلسلے کے بزرگ بابا گنج شکر اور نظام الدین اولیاء کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

صوفیاء میں جن حضرات صوفیوں کا نام گیارھویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور میں تبلیغی خدمات کے سلسلے میں آتا ہے اُن میں سید سالار مسعود غازی میاں کا اسم مبارک بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ صوفی غازی اور مجاہد کی حیثیت سے تمام ہندو پاک میں آج بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ غازی میاں کے والد کا نام سالا ہو ساہو تھا۔ والدہ کا نام "ستر مولے" محمود غزنوی کی ہمشیرہ تھی۔ غازی میاں نے بہت ہی کم عمری میں اپنے چاچا کی کمان میں جہاد شروع کیا۔ وہ بہت ہی کامیاب فاتح ثابت ہوئے۔ انھوں نے خود مختار طریقے سے کئی حملے ہندو ریاستوں پہ کیے اور کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ ان کی زندگی کا مشن اسلامی سلطنت اور اسلامی طرز زندگی کی کامیابی اور فتح مندی رہا۔ ۱۶ر جون ۱۰۳۳ء میں ۱۹ سال کی عمر میں اضلاع متحدہ ہندوستان میں بمقام بہرائچ (BAHRAICH) شہید ہوئے۔ یہاں ان کے مزار

---

1. Sufism, its Saints and Shrine By John H. Subhan P. 119.

Marfat.com

پر ہر سال میلہ لگتا ہے اور عرس ہوتا ہے اور اس عرس پر یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ہندو بھی بہت ہی سرگرم عمل طریقے سے حصہ لیتے ہیں۔

غرض اکثر تاجر اور مبلغ جو ہند میں وارد ہوئے بہت بڑے صوفی تھے اور ان کی خدمات کا ہی صلہ ہے کہ آج ہند و پاک اسلام کی روشنی سے منور ہے۔

اسلام کی تاریخ دیکھئے، یہ حضرت صوفیاء کرام۔ زیور علم سے آراستہ، احکام شریعت سے پیراستہ ہر مذہبی اور سیاسی، دینی اور دنیاوی معاملے میں پیش پیش نظر آئیں گے۔ حسن اخلاق کی مجسّم تصویر، سنّت رسول کریمؐ کے عاشق، اُن کی صورت دیکھتے ہی لوگ کلمہ پڑھنے لگتے تھے۔ رات کو مصلّے کی اور دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار، خانقاہ میں تسبیح در دست میدان دغا میں شمشیر بکف، مدرسے میں معلم فاضل، مجلس شوریٰ میں سیاستدان کامل، احوال زمانہ و اخبار ماضیین کے ماہر، حال و استقبال پر غائر نظر رکھنے پر ملک و ملی ضرورت پر نقد جان کو لٹا دینے والے۔ اسلام کے لیے ہر وقت سربکف مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی اصلاح میں منہمک وہ اگر ایسے نہ ہوتے یا تو آج ہند و پاک میں اسلام کا نام لیوا ہی نظر نہ آتا! وہی مسلمانوں کو دینی و دنیاوی ترقی کا راز بتاتے تھے۔ علوم و فنون پر توجہ دلاتے رہتے۔ جنگ و جہاد میں شریک ہو کر سلطنتیں قائم کراتے تھے۔ جب زر و جواہر کی وقت آیا کنج عزلت میں جا بیٹھتے۔ شام ہوئی ایک پیالہ پانی سے روزہ افطار کیا اور بس ان کی تمام سعی رضائے الٰہی کے لیے ہوتی رہی، باقی دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی جس طرح ظاہر میں الفقر و فخری کا کمبل کندھے پر تھا اسی طرح ایسی شمع کے نور سے سینہ روشن تھا! بہر حال ہند و پاک میں جو بھی صوفیاء گزرے ہیں ان کے کمالات اور احسانات ان گنت ہیں۔

تصوف کے بارے میں کافی بحث ہوئی۔ اس وقت تک ہم نے تصوف کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ یعنی تصوف کیا ہے؟ اس کے عوامل کیا ہیں؟ اس نے وسعت کس طرح پکڑی؟ اس میں کون سی اسلامی قدریں شامل ہوئیں؟ اس کے کیا سلاسل ہیں؟ برصغیر میں تصوف ہمیں ملا

Marfat.com

ہے۔ یہ سب باتیں ہوئیں۔ اب چند بزرگ ہستیوں کی طرف میں آنا چاہتا ہوں جنہوں نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور اپنی زندگی وقف کی ہے لیکن ان کی ذات گرامی کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں میں سات بزرگان دین کو پیش کرتا ہوں۔

جن کی بیش بہا دینی خدمات ہیں اور پھر ان حضرات کا جنہوں نے خوامخواہ ان کی ذات گرامی کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے جواب دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت بایزید بسطامی

حضرت بایزید بسطامی ایران کے ایک شہر بسطام میں ۱۲۸ھ (۶۷۴۶) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی شیخ عیسیٰ تھا۔ نہایت ہی نیک انسان اور مردم شناس بزرگ تھے۔

حضرت جنید بغدادی کا کہنا ہے کہ بایزید بسطامی کا اولیاء اللہ میں وہی مقام ہے جو جبرائیل کا فرشتوں میں!

آپ سات سال کی عمر میں مکتب میں دینی علوم سے استفادہ کرنے کے لیے گئے۔ طالب علمی کے زمانے میں ایک آیت نے آپ کو کافی متاثر کیا اور اس طرح آپ کی زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی!

"میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر" آپ نے آیت پڑھتے ہی گھر کا رُخ

Marfat.com

کیا، اپنی والدہ سے کہا" امی مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکے گا بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے اللہ کے سپرد کر دیں تاکہ میں اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں"۔ ماں نے جواباً یہی کہا" میری آنکھوں کے نور! آپ اللہ کی امانت ہیں اور اللہ کے لیے پیدا ہوئے ہیں آپ پر لازم ہے کہ اُسی رب العزت کا شکر ہمیشہ ہمیشہ انجام لاتے رہیں"۔

آپ علم کی تلاش میں شام گئے اور ۷۰ اعالم فاضل لوگوں سے فیض، حاصل کرتے رہتے۔ ان بزرگوں میں حضرت امام جعفر صادق بھی شامل تھے۔

حفظِ مراتب اور حق اُستادیت کا اتنا خیال کرتے تھے کہ ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا بایزید جاؤ اور فلاں طاق سے فلاں کتاب لاؤ۔ آپ نے دریافت کیا" وہ طاق کس جگہ ہے؟"

حضرت امام جعفر نے پوچھا" آپ نے اتنی مدت میں وہ طاق نہیں دیکھا؟ حضرت بایزید نے جواب دیا" طاق دیکھنا تو کجا! میں نے تو آپ کے روبرو کبھی سر تک نہیں اٹھایا۔

غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت میں (کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب) کے حوالہ سے چند اقوال حضرت بایزید بسطامی سے منسوب کیے ہیں۔ مثلاً میری بادشاہت خدا کی بادشاہت سے عظیم ہے۔ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے استغفر اللہ[1] لیکن جب ہم کشف المحجوب کا ترجمہ و تلخیص میاں طفیل محمد کے حوالہ سے ص ۱۸۴ پر زیر غور لاتے ہیں تو ہمیں کوئی غیر شرعی اور توحید سے دور بات نہیں ملتی۔ آپ فرماتے ہیں۔" میں نے تیس سال مجاہدہ کیا اور اس مجاہدہ میں مجھے علم اور اس کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنے سے زیادہ مشکل کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی اور اگر علماء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو یقیناً میں اسی مقام پر پڑا رہتا۔

لہ: تصوف کی حقیقت غلام احمد پرویز ص ۱۱۸۔

لیکن علماء کا اختلاف خُدا کی بڑی رحمت ہے کہ اسی سے علم اور عمل میں ترقی اور تعمق کی راہیں کھلتی ہیں البتہ توحید کے سلسلے میں اختلاف اور موشگافیاں رحمت نہیں ہیں"[1]

متذکرہ اقوال سے بایزید بسطامی کی شخصیت صاف اُجاگر ہوتی ہے اور ہم پہ یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت کس قدر واطیعوا اللہ واطیعوا الرّسُول واولوالا مر منکم، کے قائل اور پابند تھے اور غلام احمد پرویز صاحب نے ٹٹول ٹٹول کے کوشش کی ہے کہیں خلاف توحید اس بزرگ کی کوئی بات نکل آئے جو ایک غیر معروف مترجم کے کندھے پر سوار ہوکر پرویز صاحب نے نکالیں ہیں۔

ایک شخص چند سال آپ کے پاس قیام پذیر رہا، پھر کچھ بددل ہو کے واپس جانے لگا۔ آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا میرا قیام رائیگاں گیا کیونکہ اتنی مدت میں آپ نے کوئی کرامت نہیں دکھائی۔ آپ نے پوچھا" یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے کبھی سُنت کی خلاف ورزی کرتے دیکھا ہے"؟ اُس شخص نے جواب دیا" آپ شریعت اور سُنت کے پوری طرح پابند ہیں"۔ حضرت بایزید بولے" اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا کرامت چاہیئے"۔

بایزید بسطامی ۵ شعبان المعظم ۲۶۱ھ ۸۷۴ء وفات پا گئے۔ موت سے پہلے آپ نے فرمایا" اے اللہ میں تیرے پاس آرہا ہوں سر کے بل آرہا ہوں تو اپنی رحمت سے میرے گناہوں کی گرد دھو دے"۔

ان الفاظ سے ہم پہ یہ واضح ہوتا ہے کہ بایزید بسطامی کس قدر اللہ کے نیک پُر ایثار بندے اور بزرگ گزرے ہیں۔

---

[1] کشف المحجوب مترجمہ میاں طفیل محمد ص ۱۸۵۔

Marfat.com

حضرت جنید بغدادی

آپ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور مرید ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے آخر میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگ ایران کے ایک شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ آپ کا خاندان تجارت کے سلسلے میں بغداد میں آباد ہوا۔ آپ کا پورا خاندان دیانتداری کی وجہ سے پورے بغداد میں مشہور تھا۔ آپ نے پہلا حج سات سال کی عمر میں شیخ سقطی کے ساتھ کیا۔ جنید بغدادی نے پورے تیس سال عشاء کے بعد ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رات رات بھر عبادت کی اور عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ آپ کی نگاہ اور زبان میں عجیب تاثیر تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ خلوص کی تعلیم میں نے ایک حجام سے حاصل کی۔ میں بچپن میں اپنے ماموں اور مرشد کے ساتھ حج کے لیے مکہ گیا تھا۔ وہاں کئی کئی وقت کا فاقہ ہو جاتا تھا۔ پیر و مرشد کی ہدایت تھی کہ روٹی کے لیے کسی کے سامنے کبھی ہاتھ نہ پھیلانا۔ اُن دنوں میرے بال بہت بڑھ گئے تھے اور مجھے ان سے وحشت ہونے لگی تھی۔ ایک دن بازار گیا ایک حجام کسی دولت مند آدمی کے بال بنا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا کے نام پر میری حجامت بنا دو۔ حجام نے فوراً اپنا ہاتھ روک لیا اور دولت مند گاہک سے کہا کہ آپ ذرا انتظار کریں۔ پھر وہ نہایت احترام سے میرے بال بنانے لگا جیسے میں شہر کا بہت بڑا معزز آدمی تھا۔ بال بنانے کے بعد اُس نے کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں تھما دی جس میں کچھ درہم لپیٹے ہوئے تھے اور ادب سے درخواست کی کہ یہ حقیر کا نذرانہ قبول کر لیں مجھ پر بڑا احسان ہو گا میں نے اُسی وقت یہ نیت کر لی کہ اب مجھے سب سے پہلے جو کچھ ملے گا میں وہ

Marfat.com

تمام اس حجام کی نذر کر دوں گا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے ایک شخص نے اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی تھما دی میں فوراً وہ تھیلی لے کر حجام کی دکان پر گیا اور کہا کہ اگر تم اس کو قبول کر لو تو مجھے خوشی ہوگی۔ حجام نے غصّے سے وہ تھیلی میرے منہ پر مارتے ہوئے کہا میں نے تمہاری خدمت صرف خدا کے لیے کی تھی تم مجھ سے خدا کے نام پر تجارت کرنے آئے ہو۔ خدا کے نام پر کام کرنے والے کسی سے معاوضہ نہیں لیتے" مشہور بزرگ صوفی منصور حلاج آپ کے شاگرد تھے۔

جناب غلام احمد پرویز صاحب نے حضرت جنید بغدادی کی زندگی یا شخصیت کا تذکرہ لگتا ہے کسی تعظیم یا حرمت کی پاسبانی کے لیے نہیں کیا ہے بلکہ محض ان کی شخصیت کو داغدار بنانے کے لیے کیا ہے۔ آپ تصوف کی حقیقت میں لکھتے ہیں" مولانا اشرف علی تھانوی نے حاجی امداد اللہ کے ملفوظات۔ امداد المشتاق میں لکھا ہے کہ

— حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے کہ ایک کتا سامنے سے گزرا آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک طرف بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد بیٹھ کر مراقبہ کیا[1]"

امداد المشتاق کا ملاحظہ کیا صفحہ ۱۰۲ پر یہ عبارت درج ہے لیکن یہ کسی مستند کتاب یا مستند شخصیت کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے نہیں لکھا ہے بلکہ یہ امداد اللہ کے ملفوظات ہیں یہ ایک بے ہنگم اور بے ترتیب کتاب ہے کوئی ربط نہیں ہے اس روایت سے پہلے ص ۲۷ پر لکھا ہے مومن خان (دہلوی) مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے ہیں میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا۔ اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے بعد انتقال خاں صاحب

---

[1] : تصوف کی حقیقت غلام احمد پرویز ص ۱۱۹ ۔

Marfat.com

کے لوگ حسب وصیت اُن کی قبر پر گئے۔ ان کا مال عمدہ پایا۔

آپ اندازہ لگائیں جس کتاب کا مصنف اس قدر بے ترتیبی سے کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی بات کرتا ہو، اُس کے حوالے سے جنید بغدادی کی شخصیت کے ساتھ ضعیف اور اُن کے مرتبے سے پست باتیں منسوب کرنا کتنی ستم ظریفی ہے۔

کیا حضرت کی کرامات کے لیے ایسی ہی مثال مختص کرنا تھی۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ ایک بزرگ ہستی اور عالم دین کے کمالات کا ذکر کس قدر دل شکن طریقے سے کیا گیا ہے۔

میں غلام احمد پرویز صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اپنا مقصد کسی اور طریقے سے بھی بیان کر سکتے تھے لیکن اس طریقے سے ان مبلغین اور مجتہدین پر کیچڑ اچھالنا کوئی احسن کارنامہ نہیں!

شیخ عبدالقادر جیلانی معروف بہ حضرت غوث الاعظم

آپ بہت بڑے عالم دین اور صوفی بزرگ تھے۔ آپ کے والد کا نام حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست تھا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ماں باپ کی جانب سے حسنی اور حسینی سید تھے۔ والدہ کی جانب سے نسب کا سلسلہ حضرت امام حسن تک اور باپ کی طرف سے حضرت امام حسین تک پہنچتا ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی ۴۷۱ھ بمطابق ۱۰۷۷ء اتوار کی شب اور ماہ رمضان کی آخری تاریخ عراق کے ایک مقام جیلان جسے گیلان بھی کہتے ہیں پیدا ہوئے۔

ہرمز بن صفیان کی دشمنی کی بنا پر آپ کے والد جیلان چھوڑ کر کچھ عرصہ بغداد چلے

Marfat.com

گئے۔ آپ نے بغداد میں دس سال تعلیم پائی۔ اس کے بعد دوبارہ گیلان آکر ۵ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے والد کا انتقال ۱۱ ذلیقعد ۴۹۹ھ کو جمعرات کے روز ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۹ برس تھی۔ آپ نے ۱۹ برس کی عمر سے ۳۷ برس کی عمر تک لگاتار اٹھارہ سال روزے رکھے۔

۵۱۱ھ کو حضرت ابو سعید ابن علی مخدومی حضرت خضر کے ساتھ کلاہ اور خرقہ لے کر بغداد کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور جمعہ کی نماز کے بعد حضرت غوث پاک کو خلافت عطا فرمائی۔ اس محفل میں تیس بڑے بڑے اولیاء اللہ شریک تھے۔ مرشد نے اس کے بعد گوشہ کی راہ لی اور سید عبدالقادر جیلانی نے تبلیغ اور رہنمائی کا سلسلہ قائم رکھا۔ آپ کی تمام زندگی دینی کاموں میں گزر گئی۔ ان گنت کرامتیں آپ سے منسوب ہیں آپ ۱۷ ربیع الثانی ۵۷۱ھ (۱۱۷۶ء) جمعہ کے روز نماز سے پہلے انتقال فرما گئے اور بغداد میں دفن ہوئے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب آپ کی دو مشہور کتابیں ہیں۔

جناب غلام پرویز صاحب کا بُغض اولیاء اللہ دیکھیں وہ سید عبدالقادر جیلانی جنہوں نے تمام زندگی عصر کے وضو سے چاشت کی نماز ادا کی اور ہر رات ایک دفعہ قرآن مجید کی تلاوت ختم فرماتے اور کبھی خلاف شرع اور خلاف توحید کوئی بات نہ فرمائی کے بارے میں اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت میں لکھتے ہیں" حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں ان کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دار العلوم کراچی نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔[1]

---

[1] : تصوف کی حقیقت غلام احمد پرویز ص ۱۲۰۔

Marfat.com

اخبار الاخیار کا حوالہ جس طریقے سے غلام احمد پرویز صاحب نے دیا ہے اُس کا صحیح متن اور نفس مضمون بھی پرویز صاحب دیکھتے تو بہتر ہوتا۔ اخبار الاخیار از عبدالحق محدث مترجم مولانا سبحان محمود صاحب ص ۴۸ اس سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں بہ عنوان "اصحاب ارادت و انتساب"۔

غلام احمد صاحب نے جو عبارت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے منسوب کی ہے۔ مصنف اس روایت کی ابتدا اس طرح کرتا ہے:۔

حضرت شیخ جیلانی کے مریدین منسلکین کی فضیلت بھی بے انتہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت سے خادم میں بھی فضیلت آتی ہے۔ اب مصنف کسی گمنام شخص سے یہ باتیں اگر منسوب کرتا ہے تو اس میں سید عبدالقادر جیلانی کا کیا قصور۔ یہ حوالہ یہاں کیا معنی رکھتا ہے ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت کے ساتویں باب میں ظاہر ہے۔ غلام احمد پرویز صاحب نے ان بزرگوں سے خلاف شرع باتیں اس لیے منسوب کی ہیں کیونکہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ان بزرگوں کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ میری پرویز صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ قصور تو اولیاء کرام کا نہیں قصور ان لوگوں کا ہے جو دیومالائی ذہن رکھتے تھے غیر مسلموں سے متاثر تھے یا ایمان تو لائے تھے مگر شرک سے اپنے اذہان کو صاف نہیں کیا تھا۔ اولیاء اللہ کا کیا قصور ہے اور ان کی شخصیات کو کیونکر مکدر کیا جا رہا ہے۔ حضرت غوث الاعظم کے بارے میں، میں تسلیم کرتا ہوں قصائد لکھے گئے۔ بہت کچھ لکھا گیا۔ عقیدت مندی میں لکھا گیا۔ محبت اور عقیدت مندی کے جذبے میں سرشار لوگوں نے کچھ لکھا ان عبارات سے

اخبار الاخیار عبدالحق محدث ترجمہ سبحان محمود ص ۴۸۔

Marfat.com

حضرت کی ذات کا ایک تابناک اور روشن پہلو کیونکہ شرک اور کفر کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ایک منظم سازش ہے جس کے تحت اسلام کے ان درخشندہ ستاروں کی ذلت گرامی کو مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ بزرگ اسلام کا امیج ہیں، علامت ہیں، جو سراپا ایثار اور توحید کا مجسمہ ہیں، اسلام ان لوگوں کے خلوص، جاں نثاری، اطاعت شعاری، قربانی جذبہ برادری اور برابری سے پھیلا اگر ان لوگوں کی ذات اور عمل کو توحید کے سپرٹ کو ہی ہدف ملامت بنایا گیا تو ہمارے پاس باقی کچھ نہیں رہتا اور اپنے اسلاف کا ورثہ ہی ہم گنوا دیتے ہیں۔

عقائد اور مسلک جداگانہ سہی لیکن خوامخواہ کیوں ایسی شخصیت کو موضوع نزاع بنایا جو بنی نوع انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بن کر زندگی بسر کرتے رہتے اور پھر خلاف شرع اور [illegible] توحید یکسر مُو بھی تجاوز نہ کر گئے ہوں اگر ایک عقیدتمند شخص سید عبدالقادر جیلانی کے بارے میں قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

وکل ولی لہ قدم وانی
علی قدم نبی بدر الکمال
درست العلم حتا سیرۃ قطب
ونلت السعد من مولی الموالی

لیکن یہ سب باتیں لوگوں کے ذاتی جذبات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان باتوں سے ہمارے بزرگان دین کا تعلق نہیں۔ کیا رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ اسلام میں ہم اتنے فرقے پیدا کریں۔ یہ تو سب ہمارا قصور ہے جو واطیعو اللہ واطیعو الرسول کے پابند نہیں۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش رح

آپ کا اسم گرامی سید علی ہجویری تھا حضرت سید علی ہجویری ۱۰۰۹ء میں غزنی کے قریب ہجویر
کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ شیخ الوالفضل بن حسین کے مرید تھے۔ انہی کی مرضی پر اور حکم کے مطابق
لاہور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے مرشد نے جب آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تو اپنے مرشد
کی خدمت میں التماس کی کہ حضرت وہاں تو پہلے ہی بہت بڑے مبلغ حضرت حسین زنجانی ہیں
میری کیا ضرورت ہے؟ لیکن مرشد نے جانے کے لیے اصرار کیا تو آپ روانہ ہوگئے۔
شام کے وقت لاہور پہنچے تو دیکھتے ہیں حضرت حسین زنجانی کا جنازہ جا رہا تھا۔ اب آپ کو محسوس
ہوا کہ مرشد کے حکم میں کیا مصلحت پوشیدہ تھی۔

لاہور میں حضرت سید علی ہجویری تعلیم و تدریس میں مصروف ہوئے۔ آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی
درس و تدریس کا کام شروع کیا اور ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کیا۔ آپ نے زندگی میں
بہت لمبی مسافت طے کی تمام اسلامی ممالک کے عروج و زوال کی کیفیت دیکھی۔ حالات کا
جائزہ لیا۔ اسلامی علوم کی کتب کا مطالعہ کیا۔ بے شمار اللہ والوں سے فیض حاصل کیا۔ خراسان کے
تمام بزرگوں سے استفادہ کیا۔ چالیس برس تک کبھی با جماعت نماز ناغہ نہ کی۔ سفر کے
دوران صرف جمعہ کی نماز کے لیے کسی قصبے میں قیام فرماتے۔ آپ رکھ رکھاؤ، تکلف اور ریاکاری
کے سخت خلاف تھے۔

حضرت سید علی ہجویری سلطان محمود غزنوی کے بیٹے سلطان ناصر الدین مسعود کے زمانے
میں لاہور آئے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ رائے راجو جو ان
دنوں لاہور کا حاکم تھا وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۰۷۲ء میں ہوئی۔ لاہور ہی میں

Marfat.com

مدفون ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کے بیٹے نے آپ کا مزار تعمیر کرایا۔ خانقاہ کا فرش اور دیوار جلال الدین اکبر کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ عوام آپ کو داتا گنج بخش کے نام سے پکارتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتی جب تبلیغ کی غرض سے ہندوستان آئے تو سب سے پہلے آپ کے مزار پر آکر چالیس روز تک اعتکاف اختیار کیا اور جب چلہ کاٹ کر باہر نکلے تو یہ شعر ارشاد فرمایا :۔

گنج بخشِ فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

آپ کی مشہور تصنیف کشف المحجوب کا دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

غلام احمد پرویز صاحب اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت میں حضرت سید علی ہجویری صاحب کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ جس طرح اور بزرگوں کی کوئی نہ کوئی بات کسی غیر مستند حوالے سے پیش کی ہے۔ اسی طرح حضرت سید علی ہجویری کے بارے میں بھی ایک اقتباس پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں :۔

"آپ کے عقائد اور تلقین کس قسم کی تھی اس کا اندازہ آپ نے اُن کی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب کے ان اقتباسات سے لگایا ہوگا جو اوپر درج کیے گئے ہیں۔ عورت کے متعلق ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں بہشت میں پہلا فتنہ جو آدم پر مقدمہ ہوا اس کی اصل عورت تھی۔ پہلے پہل جو فتنہ دنیا میں ظاہر ہوا یعنی ہابیل و قابیل کی لڑائی۔ اس کا سبب بھی عورت تھی اور جب خدا نے چاہا کہ دو فرشتوں (ہاروت و ماروت) کو سزا دے تو اس کا سبب بھی عورت کو قرار دیا اور آج دینی و دنیاوی تمام فتنوں کے اسباب کا ذریعہ بھی عورتیں ہی ہیں۔

بحوالہ ہفتہ وار۔ منہاج۔ لاہور۔ مورخہ ۲۱/۱۷ ستمبر ۱۹۵۸ء

Marfat.com

جناب پرویز صاحب اگر ایک خاص مشن کے تحت ہی لکھ دیتے ہیں پھر بھی یہ اقتباس پیش کرنا اور اس عبارت کو حضرت داتا گنج بخش کے نام منسوب کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟ داتا صاحب نے کس موقع پر یہ الفاظ کہے ہیں اس کا بھی کہیں تذکرہ نہیں !

ہر مرد اچھا نہیں ہوتا اور ضروری نہیں کہ اسی طرح ہر عورت اچھی ہو۔ جیسے جیسے عناصر میں ظہورِ ترتیب کا عمل دخل ہو، اُسی قدر انسان میں امن وسکون یا جنگ و جدل کی جبلت کارفرما ہوتی ہے ۔ مرد پیغمبر بھی گزرے ہیں اور جلاد بھی، اسی طرح عورتیں بزرگ عظیم، ذہین وفطین بھی گزری ہیں اور جاہل اور جابر بھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت جو ایک عظیم مبلغ تھے وہ غیر اسلامی بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے اور عورت کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے !

جناب پرویز صاحب کے سامنے اور تو کوئی بات اُن کی تصنیف سے نہ ملی تو چند سطور جس میں عورت کی تذلیل جتا کر حضرت سیّد علی ہجویری کو مسلمان عورت کے دل سے ان کی عقیدت و احترام کو دھچکا پہنچانا مقصود تھا پیش کیں ۔ ان سطور کا ان کے ملفوظات سے دور کا واسطہ بھی نہیں، اگر یہ عبارت بقول پرویز صاحب ہفتہ وار منہاج میں چھپی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ راوی پرویز صاحب کے ہی مسلک سے کہیں تعلق تو نہیں رکھتے اور کس ضرورت کے تحت انہوں نے یہ الفاظ حضرت داتا صاحب کے حوالہ سے کہے ہیں ؟

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ موصوف نے ایسا اقتباس پیش کر کے عالمانہ رویہ اختیار نہیں کیا ہے اور تو کوئی منطقی استدلال اس عبارت میں موجود نہیں ۔ چند باتیں جن کا حوالہ کشف المحجوب کے اردو ترجمہ ص ۵۱۴ سے پرویز صاحب کو دینا چاہیئے تھا منہاج کے حوالہ سے دیا ہے ۔ یہ ساری باتیں سید علی ہجویری صاحب نے نہیں کہی

Marfat.com

ہیں بلکہ تاریخی اور قرآنی واقعات ہیں۔ حضرت اسی صفحہ ۱۵ ۴ پر عورت کا تذکرہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھتے ہیں اُس کا حوالہ دینا پرویز صاحب نہ جانے کیوں بھول گئے۔ ذرا غور کیجئے ان سطور سے پہلے بیان کا سلسلہ کس ضمن میں آتا ہے "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں پیاری ہیں خوشبو عورت اور آنکھ کا نور جو نماز میں ہے اور کہتے ہیں جو مرد عورتوں کو بہت چاہتا ہو اسے تزویج بہ نسبت تجرید کے بہتر ہے"[1] سید علی ہجویری یہاں ایک حدیث پیش کر کے بی حیرت فتان اَلْفَقْرُ وَالْجِہَادُ یعنی فقر اور جہاد پر زور دینا چاہتے ہیں۔ حضرت داتا صاحب نے اس تصنیف میں عورت کو جس عظیم طریقے سے پیش کیا ہے وہ قابل رشک ہے۔ مثلاً ایک خاتون کا واقعہ جس کو چالیس دفعہ نماز پڑھتے وقت بچھو نے کاٹا لیکن اُس کے انہماکِ عبادت میں فرق نہ آیا یا حضرت زلیخا کا واقعہ تو حضرت مباحثہ میں اگر وہ یہ بات کر گئے کونسا طوفان آیا اور پھر حضرت سید علی ہجویری صاحب کو اس طرح مضحکہ خیز انداز میں پیش کرنا عقیدتمندوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ اگر جناب پرویز صاحب توحید پر زور دیتے ہیں تو داتا صاحب بھی سراپا مجسمۂ توحید ہیں۔ مجھے اُمید ہے قارئین کرام کے ذہن اس بحث کے بعد کسی مزید بحث میں اُلجھنا پسند نہیں کریں گے۔

---

[1] : کشف المحجوب ص ۱۵ ۴ اردو ترجمہ

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۱۱۴۱ء میں ملک سیستان کے ایک قصبے سنجر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے امام حسین علیہ السّلام سے اور والدہ کی طرف سے امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔

نو برس کی عمر میں والد کا اور پندرہ برس کی عمر میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جائیداد میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی جس سے بہر حال ان کا گزارہ ہوتا تھا۔

شیخ ابراہیم قندوزی پہلے بزرگ تھے جنھوں نے آپ کی زندگی یکسر بدل ڈالی۔ آپ دنیاوی زندگی میں بہت مگن تھے ایک روز اپنے باغ میں پودوں کی آبیاری کر رہے تھے۔ شیخ صاحب کا یہاں سے گزر ہوا۔ خواجہ معین الدین صاحب کی خاطر تواضع اور فقر دوستی نے حضرت شیخ ابراہیم قندوزی کو متاثر کیے بغیر نہ رکھا مئے معرفت کچھ ایسا پلایا کہ خواجہ صاحب نے تمام اپنی جائیداد بیچ ڈالی۔ رقم غریبوں میں تقسیم کر کے خود علم کی تلاش میں نکلے۔ سمرقند پہنچ کر سب سے پہلے قرآن حفظ کیا اور پھر نیشاپور کے ایک قصبے ہارون میں جا کر حضرت عثمان ہارونی کے مرید ہو گئے۔ بیس سال تک اپنے پیر و مرشد سے فیض حاصل کیا اور ان کی اتنی خدمت کی کہ انھوں نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اپنے مرشد کے ساتھ ۵۶۳ء میں کعبہ شریف لے گئے۔ آپ کے مرشد نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا "میں نے تجھے حق تعالیٰ کے سپرد کیا۔" اس کے بعد آپ کے پیر صاحب یعنی مرشد آپ کو مدینہ منورہ لے گئے۔ یہاں مرید اور مرشد دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پہ حاضری دی۔

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ نے حضرت غوث الاعظم سے بغداد میں ملاقات کی۔ حضرت الاعظم نے ان کے بارے میں کہا تھا:

"خواجہ معین الدین تمہاری رہنمائی میں بہت سے لوگ اپنی منزل پر پہنچ گئے" حضرت بختیار کاکی جیسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔

آپ نے حضرت بختیار کاکی کو اپنا ہمسفر بنا کر دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کی۔ یہاں آپ نے محسوس کیا اسلام اور مسلمان کا اہم کام تبلیغ ہے چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ ہندوستان شرک اور کفر کا گہوارہ ہے سوئے ہندوستان بہ سلسلہ تبلیغ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے بغداد، مہران، سبزہ وار، ملتان ہوتے ہوئے لاہور پہنچے اور سب سے پہلے داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دی۔ چالیس روز تک ایک کوٹھری میں اعتکاف میں رہنے کے بعد یہ شعر فرمایا:-

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

لاہور میں کچھ دن قیام کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور دہلی سے پھر اجمیر شریف پہنچے۔ ان دنوں یہاں پرتھوی راج کی حکومت تھی۔

۵۸۹ھ میں آپ نے پرتھوی راج کو دعوت توحید دی مگر پرتھوی راج اپنے حال میں مست تھا اس نے ذرا بھر بھی خواجہ صاحب کی پروانہ کی خواجہ صاحب نے ان کو یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر اسلام قبول نہ کرو گے کسی مسلمان کے ہاتھ مارے جاؤ گے۔ جوگیوں نے پرتھوی راج سے کہا تھا کہ اس بزرگ کے ہاتھوں آپ کو تکلیف پہنچے گی جس کی وجہ سے پرتھوی راج خواجہ صاحب سے سخت نفرت کرتا تھا۔ آخر سلطان شہاب الدین غوری نے اجمیر پر حملہ کر دیا اور پرتھوی راج اس لڑائی میں ہلاک ہو گیا۔

آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے اور تمام وقت یادِ الٰہی میں گزارتے تھے یا پھر

Marfat.com

دین کی تبلیغ میں گزارتے ۔ آپ کا فرمانا تھا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے ۔ انتقال ۱۲۳۵ء کو اجمیر شریف میں ہوا ۔

خواجہ معین الدین چشتی کی عادت تھی کہ وہ ایک مقام میں کم قیام کرتے تھے جب ہرات میں آپ کی شہرت کا چرچہ عام ہوا ، خلقت نے پیچھا کرنا شروع کیا آپ وہاں سے برخاست ہو کر سبزواری کی طرف روانہ ہوئے ، سبزوار کے حاکم یادگار محمد سخت بدمزاج اور فاسق حکمران تھا ۔ اصحاب کبار سے سخت عداوت تھی ۔ ابوبکر ، عثمان ، عمر نامی شخص ملتا تو سخت ایذاء پہنچاتا ۔ اس جابر حاکم نے شہر کے اطراف میں باغ بنایا ہوا تھا اور اس کے درمیان میں ایک حوض نہایت صفائی اور لطافت سے تیار کرایا تھا ۔ خواجہ دوران سفر جا کر اسی باغ مین بیٹھے ۔ حوض کے کنارے غسل فرما کر دوگانہ نماز بجا لا کر قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوئے ۔ اسی روز یادگار محمد نے باغ کی سیر کا ارادہ کیا ۔ باغ میں پہنچا ، خدمت گاروں سے کڑک کر کہا تم نے اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہیں نکالا ۔ شیخ نے سر اٹھا کر اس کی طرف نظر قہر سے دیکھا تو یادگار محمد دفعتاً کانپ کر گر پڑا اور بیہوش ہوا ۔ یادگار محمد اپنا جاہ و جلال سب کچھ بھول گیا عرض کی یا شیخ میں نے جمیع منہیات سے توبۃ النصوح کی ۔ میری تقصیر معاف فرمایئے ۔ زار زار رو کر تائب ہوئے ۔

آنچہ زر می شود پر تو آں قلب سیاہ
کیمیا ئیست کہ در صحبت درویشا نست

یادگار محمد نے وضو کر کے دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور دستِ ارادت حضرت کے دستِ مبارک میں دے کر شرفِ بیعت سے شرف ہوا اور تمام مال جو کچھ یادگار محمد کے پاس تھا حسب حکم شیخ جس کا بھی مال تھا اُس تک پہنچایا اور خود اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کیا

خواجہ کا نکاح وجیہہ الدین کی بیٹی سے ہوا اور اللہ نے اس کے بطن سے دو فرزند عطا کیے ۔ عیال داری کے سات برس بعد ماہ رجب کی چھٹی تاریخ ۶۳۲ھ کو

Marfat.com

جب انتقال فرمایا تمام بادشاہ روضہ مبارک پر نذریں بھیج کر تبرک کے طلبگار ہوئے خصوصاً جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی جو اور بادشاہوں سے زیادہ آپ کا معتقد تھا اور اپنے عہد شاہی میں اکثر پیادہ پا اجمیر میں جا کر آپ کی اور سید حسن مشہدی کی زیارت سے فیض یاب ہوتا تھا۔

یہ مختصر سے حالات تھے جو حضرت خواجہ معین چشتی کے بارے میں قلمبند کیے ہیں۔ ان حالات کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں جو آپ کے مریدوں نے عقیدت میں آپ کے بارے میں بیان کیے یا قلمبند کیے ہیں۔

جناب غلام احمد پرویز نے دلیل العارفین کا حوالہ دے کر خواجہ معین الدین چشتی کے ملفوظات جنہیں ان کے خلیفہ خواجہ قطب عالم نے مرتب فرمایا ہے پیش کرتے ہیں۔ جناب پرویز صاحب دلیل العارفین کا حوالہ دیتے ہوئے عبارت کا متن اس طرح پیش کرتے ہیں۔ "ایک مجلس میں فویل للمصلین الذین ھم عن صلواتھم ساھون"[1] حضرت خواجہ قطب عالم جس طریقے سے یہ آیت پیش کی اس کا پس منظر اس طرح ہے "اس کے بعد زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی کو نماز نہیں اس کا ایمان نہیں اور اس جگہ فرمایا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الایمان بعین الصلوٰۃ۔ ترجمہ یعنی جو نمازی ہے وہی باایمان ہے پھر اس محل میں یہ حکایت فرمائی کہ زبانی شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی کے میں نے سُنا ہے کہ تفسیر امام زاہد میں آیا ہے آیہ ؔفویل للمصلین الذین ھم عن صلواتھم ساھون ترجمہ (یعنی ویل ہے ان نمازیوں کے لیے کہ اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں) کی تفسیر میں کہ ویل ایک کنواں دوزخ میں ہے اور ایک گروہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے جس کا نام ویل ہے۔ اس میں سخت عذاب رکھا گیا ہے وہ عذاب انہی لوگوں کے

---

[1] تصوف کی حقیقت ص ۱۲۴ پرویز

Marfat.com

لیے ہے کہ "نماز کے وقت میں تاخیر کرتے ہیں اور وقت پر ادا نہیں کرتے"۔[۱]

یہ تھا موقع محل جس کے بارے میں دلیل العارفین میں ولی کا تذکرہ آیا ہے اور بھی بہت ساری باتیں اور ملفوظات کا تذکرہ کیا ہے۔ پرویز صاحب اگر اس کتاب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور اس بات پر زور دے کر لکھے کہ اس کتاب میں عبادت پہ زور دیا گیا ہے جیسے پہلے ہی صفحے پہ لکھا ہے تو اس بزرگ کی تحسین و آفرین کا فرض پورا کرتے جیسے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی ہم نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے یا اسی صفحہ پہ آیت لکھی ہے وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ یعنی کوئی چیز دنیا جہان میں ایسی نہیں جو خدا کی تسبیح یعنی پاکی نہ بیان کرتی ہو۔ ہر کوئی ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔

تصوف کو بگاڑ کر اکثر صوفیاء نے ضرور لکھ دیا تھا مگر جن صوفیاء کا پرویز صاحب نے تذکرہ کیا ہے مثلاً بایزید بسطامی جنید بغدادی، سید عبدالقادر جیلانی، سید علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی یا سید نظام الدین اولیاء یہ وہ صوفیاء ہیں جنہوں نے عمل پہ زور دیا ہے اور توحید پرستی پہ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ جن مریدوں اور جاہل لوگوں نے ان کی زندگی، تقدس، خلوص، سلوک اور ایثار کو غلط رنگ دے کر غلط تصوف کا جامہ پہنا کر پیش کیا ہے ان کو بے نقاب کیا جائے نہ کہ ان عظیم مبلغین کو جن کا اسلام پھیلانے میں بہت اہم کردار رہا ہے کو ہی غلط غلط ناموں سے منسوب کریں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ مسلمان بلکہ ہر انسان کی رسائی مثبت انداز سے ہو۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید بہ حدیث دیگراں

---

[۱]: اسرار العارفین ترجمہ اردو دلیل العارفین مترجم مولانا فضل اللہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ص ۳ صفحہ ۲۰۔

Marfat.com

پرویز صاحب دیکھیں گے میں نے تصوف کے تعارف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن کوئی غیر اسلامی بات نہیں۔ اسی طرح جن بزرگوں کا تذکرہ میں کر رہا ہوں، میں نے ان کی ذات زندگی کو جہاں تک پڑھا ہے اُس زندگی میں کوئی خلاف شرع یا توحید میں کوئی بات یا عمل اخذ نہ کر سکا۔ اب کچھ لوگ ان بزرگوں سے مافوق العادت اور فطرت باتیں منسوب کریں تو میں سمجھا ہوں کہ ؎

یہ نظر نظر کے چراغ ہیں کہیں جل دے کہیں بجھ گئے
بہر حال فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست

جیسے کہ قرآن مجید کی آیت ہے اَلَآ اِنَّ اَولِیَاءَ اللہ خوفٌ عَلَیہِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ ۝ اللہ کے پیارے بندوں کو کسی قسم کا خوف وخطر یا پریشانی نہیں ہوتی اور پھر اللہ کا نیک اور عبادت گزار بندہ بہر حال اللہ کا پیارا ہے۔ اگر اس پہ کچھ اسرار یزدانی کھل جاتے ہیں ضروری نہیں کہ ہماری عقل یا شعور بھی اس بلندی یا گہرائی تک پہنچ سکے۔ ہم کہہ سکتے ہیں واللہ اعلم بالصواب لیکن مسترد کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ آخر ہماری بساط ہی ان لوگوں کے سامنے کیا ہے جنہوں نے مولائے کریم کو اپنانے کے لیے تمام مال وجان قربان کر کر رکھا تھا۔

Marfat.com

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ساڑھے سات سو سال پہلے ۶۳۶ھ
میں بدایوں (یوپی۔بھارت) میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد حضرت سید احمد بخاری
اپنے زمانے کے ولی تھے۔ آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ دنیا دار لوگ ان کے قریب
نہ آئیں۔ آپ نے تمام زندگی مفلسی میں گزار دی۔ حضرت محبوبِ الٰہی ابھی کم عمری
کی حالت ہی میں تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا لیکن آپ کی والدہ ایک عظیم حوصلے کی
عدیم المثال خاتون تھیں انہوں نے ہمت نہ ہاری اور طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرتے ہوئے
محبوب الٰہی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

ابتدائی تعلیم آپ نے بدایوں کے مشہور عالم مولانا شادال سے حاصل کی۔ تمام علوم سے
فراغت حاصل کر کے پہلے دہلی تشریف لے آئے۔ پھر پاک پتن تشریف لے گئے اور حضرت
بابا فرید الدین گنج شکر کے خاص مریدوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت بابا صاحب سلطان بلبن
کے داماد تھے۔ مگر آپ کی غذا سوکھی ہوئی روٹیاں اور بغیر نمک کے اُبلی ہوئی ترکاری تھی۔
حضرت نظام الدین کے ذمے حضرت بابا اور آپ کے مریدوں کے لیے روٹی کھانے
اور سالن تیار کرنے کا انتظام تھا۔ ایک دن نمک پڑوسی بنئے سے قرض لے کر پیر و مرشد
کی عقیدت میں ترکاری میں ڈال دیا۔ حضرت پہلا نوالہ لیتے ہی رُک گئے اور فرمایا کہ
سالن کس نے پکایا ہے حضرت نے تمام حقیقت واضح کر دی۔ حضرت بابا نے ناراضگی
سے فرمایا نظام الدین درویش فاقے سے مرنا گوارا کر لیتا ہے مگر کسی سے قرض لینا
گوارہ نہیں کرتا یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ آج کا کھانا فقیروں میں تقسیم کر دیا جائے۔

Marfat.com

حضرت پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت بابا شکر گنج نے محبوب الٰہی کو کرتوں کا ایک جوڑا دے کر دہلی جانے کا حکم دیا۔ دہلی پہنچ کر آپ نے غیاث پور میں قیام کیا۔

آپ دن رات میں پانچ نمازوں کے علاوہ ۵۰۰ نفل بھی پڑھتے تھے اور بے شمار مریدوں کو قرآن حکیم اور حدیث پاک کا درس بھی دیتے تھے۔ جب ساری دنیا سو جاتی تو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے اور گڑ گڑا کر زار و قطار روتے اور انکساری سے عبادت کرتے۔ صبح سے شام تک ضرورت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ کوئی شخص آپ کے دروازے سے خالی نہ گیا۔ دہلی کے تمام امیروں اور وزیروں کی خواہش رہی کہ آپ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں لیکن آپ نے یہ طریقہ کبھی پسند نہ فرمایا۔ علاؤ الدین خلجی آپ کی قدم بوسی کے لیے ترستا تھا۔ آپ کا فرمانا تھا کہ جس طرح زمین اور آسمان آپس میں نہیں مل سکتے اسی طرح سلطان اور فقیر آپس میں نہیں مل سکتے۔ جب شہنشاہ نے بہت ہی اصرار کیا تو آپ نے جواب میں لکھا:

"فقیر کے گھر کے دو دروازے ہیں تو ایک سے داخل ہو گا تو میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔ اگر زیادہ تنگ کرو گے تو تیرا ملک ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ آخر خدا کی زمین درویش اور فقیر کے لیے تنگ نہیں ہو سکتی۔"

بادشاہ نے جب یہ جواب سنا اپنا ارادہ ترک کر دیا اور عرض کی کہ میری سلامتی کے لیے دعا فرمائیں! آپ نے کہلا بھیجا! "تجھے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ عدل و انصاف سے حکومت کر میں تمہارے لیے دعا کرتا رہوں گا۔"

سلطان غیاث الدین بلبن کو ان کے خوشامدیوں نے بتایا کہ ہندوستان کے عوام کے دلوں پر سید نظام الدین اولیاء کی حکومت کا تختہ الٹ سکتے ہیں وہ آپ کی دشمنی پر اتر آیا اور حضرت کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے لگا۔ ایک روز اچانک

Marfat.com

سلطان کا پیشاب بند ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس پر نزع کا عالم طاری ہوگیا۔ شاہی طبیبوں نے کافی علاج کیا مگر بے سود۔ بادشاہ کی والدہ پابرہنہ یا حضرت کے دربار میں پہنچی۔ حضرت نے فرمایا کہ بیٹے سے کہو ہندوستان کی بادشاہت میرے نام لکھ دے اور اس معاہدہ پر دربار کے امیروں کے دستخط ہوں تب تکلیف دور ہوگی۔ بادشاہ نے معاہدہ لکھ دیا اور حضرت نے اس معاہدہ کی فتیلی بنا کر اُس کی والدہ کو کہا "اس فتیلی کو طشت میں رکھ کر بادشاہ کو پیشاب کراؤ، خدا شفا بخشے گا۔ چنانچہ بادشاہ ٹھیک ہوا اور اذیت ناک تکلیف سے اللہ نے اس کو نجات دی۔ شاہ معافی مانگنے آپ کے پاس آیا اور کہا کہ معاہدے کے تحت ہندوستان کی بادشاہت آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا "جس بادشاہت کی قیمت انسانی پیشاب کے برابر ہے تو وہ مجھے غلیظ سے دینے آیا ہے؟ جا اپنا کام کر اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کو ستانے سے باز آ۔"

ایک دفعہ غیاث الدین تغلق نے بھی دھمکی بھیجی کہ "نظام الدین میرے بنگال سے لوٹنے سے پہلے تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو دہلی چھوڑ دے ورنہ تجھے ایسی سزا دوں گا کہ ہندوستان کے لوگ قیامت تک یاد کریں گے۔ محبوب الٰہی نے اس خط کی پشت پر لکھا "ہنوز دلی دور است۔"

بنگال کی بغاوت کچلنے کے بعد جب بادشاہ واپس آیا تو جمنا کے کنارے ایک محل تعمیر کرایا گیا تھا۔ غیاث الدین تغلق جشن میں شرکت کے لیے محل میں داخل ہوا ہی تھا کہ پورا محل دھڑام سے گر پڑا اور بادشاہ ملبے میں دب کر مر گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء ۷۲۵ھ میں انتقال فرما گئے۔ غیاث پور کی خانقاہ میں آپ دفن ہیں۔ آپ کو حضرت امیر خسرو سے بے پناہ محبت تھی اور انہی کو آپ نے اپنا جانشین بنا دیا تھا۔

راحت المحبین کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیاء کے بارے میں یا اقوال میں جو کچھ درج ہے وہ جناب امیر خسرو کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ حضرت

Marfat.com

امیر خسرو بہت بڑے شاعر گزرے ہیں ۵ لاکھ اشعار آپ نے موزوں کیے ہیں آپ بادشاہ کے قصیدے لکھتے تھے۔ بادشاہ نے ایک دفعہ اُن کے قصیدے پر خوش ہو کر پانچ لاکھ روپیہ بطور انعام دیا۔ یہ رقم آپ نے ایک ایسے درویش کو دی جس نے خیرات میں محبوب الٰہی کی جُوتیاں حاصل کی تھیں، اپنے مرشد کے جُوتے سر پر رکھے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور وہ درویش پانچ لاکھ روپے پر راضی ہو گیا تھا اگر یہ تمام مال و زر طلب کرتا تو میں یہ سب کچھ دے کر بھی یہ مبارک جوتیاں اُس سے ضرور خرید لیتا۔"[1]

یہ حوالہ میں نے اس لیے پیش کیا کہ امیر خسرو بہت بڑے شاعر گزرے ہیں انہوں نے جو کچھ محبوب الٰہی کے بارے میں پیش کیا ہم ان خیالات کے بارے میں شاعرانہ رنگ کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ ہے جو درجہ بایزید بسطامی سید جنید بغدادی، سید عبدالقادر جیلانی، سید علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی کا ہے۔ وہ درجہ ہم مولانا رومی، امیر خسرو، بلھے شاہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ سلطان باہو کو تو نہیں دے سکتے یا خواجہ میر درد کو تو نہیں دے سکتے۔ بہر حال سید نظام الدین اولیاء کی زندگی کے حالات پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے کوئی غیر شرعی یا خلاف توحید بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی کہی ہے۔ قصہ گڑھنے والے گڑھتے رہتے ہیں۔ یہ دیدہ صاحب آپ کے سامنے تو واقعات ہیں لوگ عقیدت مندی میں اپنے پیروؤں کے لیے کیا کیا باتیں منسوب کرتے ہیں اس میں ان بزرگوں کا کیا قصور جن کو گنہگار بنا دیا جاتا ہے۔ میرا زور صرف اس بات پر ہے کہ کیوں نہ ان کے کارہائے نمایاں کو بہتر طریقے سے پیش کیا جائے اور غلط عقائد پھیلانے والوں کو بے نقاب کر دیا جائے کیا یہ بڑا جہاد اور کارنامہ نہیں ہو سکتا تھا!

---

[1] : قصہ اللہ والوں کے، سعد اللہ ممتاز ص ۱۹۶ یوسف پبلیکیشنز۔

Marfat.com

حضرت مولانا رومی

مولانا محمد جلال الدین رومی ماہ ربیع الاوّل ۶۰۴ھ کو بلخ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جید عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر دمشق میں علم حاصل کیا اور دمشق کے مختلف بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔

آپ کے بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے ایک دن آپ کے چاروں طرف کتابیں بکھری ہوئی تھیں ایک اجنبی حضرت شمس تبریزی آئے کتابوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کیا ہے؟" مولانا روم نے جواب دیا "یہ وہ چیز ہے جسے تم نہیں جانتے؟" اجنبی یعنی شمس تبریز نے کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں۔ مولانا غصے سے کانپنے لگے اور کہا کہ ان کتابوں کی قیمت کا تمہیں اندازہ نہیں انہیں خریدنے کے لیے کسی بادشاہ کا خزانہ بھی ناکافی ہے۔ اجنبی ہنسا ــــ پانی میں ہاتھ ڈال کر تمام کتابیں جوں کی توں خشک نکالیں۔

مولانا نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا ہے، اجنبی یہ کہتا ہوا چل پڑا۔ "یہ وہ ہے جو تم نہیں مانتے"۔ کہتے ہیں اس کے بعد مولانا ان کی تلاش میں دیوانہ وار نکلے اور ان کی ہی صحبت سے بلند مقام حاصل کیا۔ آپ کے ساتھ کافی عقیدت رہی چنانچہ اس کا اندازہ اس شعر سے بھی لگایا جا سکتا ہے ؎

پیر من، مرید من، درد من دوائے من
فاش بگفتم ایں سخن شمس من وخدائے من

جناب پرویز صاحب نے مولانا رومی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، مجھے اس

Marfat.com

بات سے سروکار نہیں نہ ہی میں کسی فضول بحث میں پڑنا چاہتا ہوں لیکن آپ نے اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت میں کچھ باتیں آنحضرتؐ سے متعلق مولانا روم کے حوالے سے کی ہیں تصوف کی حقیقت میں لکھتے ہیں " مولانا رومی کے متعلق اس سے پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے ان کے ملفوظات پر مبنی ایک کتاب ہے " فیہ ما فیہ " اس میں انہوں نے کس قسم کی روایات درج کی ہیں۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے اور سر پیٹ کر رہ جائیے۔ نقل ہے کہ ایک شب آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوے سے واپس آئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ بہانگ دہل اعلان کر دو کہ آج کی رات ہم شہر کے دروازے کے پاس بسر کریں گے اور کل صبح شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر صحابہ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو اجنبی لوگوں کے ساتھ مباشرت میں مشغول پاؤ اور دیکھ کر تمہیں بہت صدمہ ہوگا اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لیکن ایک صحابی نے حضورؐ کے ارشاد پہ عمل نہ کیا وہ اپنے گھر چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ مشغول پایا[1]"۔

اس سلسلے میں جناب پرویز یوسف سلیم چشتی صاحب کی کتاب اسلامی تصوف کا حوالہ ص۶۶ کا دیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے اگر یہ حوالہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب نے دیا ہے یا جناب پرویز صاحب نے دونوں تو روایت کی حقیقت پر جائیں۔ حوالے کے ماخذ کو دیکھیں۔ مولانا روم پر لاکھ آپ یہ بات ثابت کریں کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے یا کچھ بھی تھے مگر یہ کبھی ممکن نہیں کہ مولانا صاحب اس طرح رسول اللہؐ[2] کے بارے میں غیر مستند بات کرتے جس طرح سے متذکرہ روایت اُن سے منسوب

---

[1]: تصوف کی حقیقت پرویز ص ۱۲۰۔

Marfat.com

کی گئی ہے میں فیہ ما فیہ کے بارے میں اس کے اردو مترجم جناب عبدالرشید کا وہ اقتباس پیش کرتا ہوں جو انہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کے پیش لفظ میں پیش کیا ہے لکھتے ہیں "ایران کے پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر جب مولانا روم کا منظوم کلام مثنوی اور دیوان شمس تبریز کا مطالعہ کیا تو انہیں سمجھنے کے لیے قرآن کے معنی قرآن ہی سے پوچھو کے مصداق مولانا روم ہی کے ملفوظات یعنی فیہ ما فیہ کی طرف رجوع کرتے اُن کے پاس خط نسخ میں لکھا ہوا فیہ ما فیہ کا ایک نسخہ تھا جس کی صحت کے متعلق وہ متردد رہتے آخر انہیں کتاب خانہ ہی سے ایک معتبر نسخہ مل گیا جس کی کتاب ۸۸۸ ھ کی تھی۔ آقائے ڈاکٹر محمد معین سے انہوں نے ان دو نسخوں کا مقابلہ کرایا تو خطِ نسخ والے نسخہ میں بہت تعریف واضافۂ عبارت پایا۔ انہوں نے آقائے تقی تفضلی سے جو کتاب خانہ مجلس شورائے ملی سے متعلق تھے مزید تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ استنبول میں تین نسخے موجود ہیں یہ وہی نسخے تھے جن سے مولانا عبدالماجد دریا بادی نے پروفیسر نکلسن کی وساطت سے کتب خانہ آصفیہ والے نسخے کا مقابلہ کرایا تھا۔ بہر حال ڈاکٹر خانلوی کی جدوجہد سے پروفیسر بدیع الزمان فروزانفر کو ان استنبولی نسخوں کے برعکس مل گئے۔ ان نسخوں سے پروفیسر صاحب نے نسخہ ملی کا مقابلہ کیا اور موجودہ ایرانی ایڈیشن معرض میں آئی۔ پروفیسر صاحب نے کل آٹھ نسخوں سے نسخہ ملی کا مقابلہ کیا لیکن زیرِ نظر ایرانی ایڈیشن کی بنیاد استنبولی نسخوں پر ہی رکھی۔

اوپر بیان کردہ واقعات سے ظاہر ہے کہ ہندی ایڈیشن اور ایرانی ایڈیشن کے متن استنبولی نسخوں پر مبنی ہیں۔ اس لحاظ سے ان میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے متن میں جا بجا اختلاف ہے۔ بعض مقامات پہ تو مطلب ایک دوسرے کی ضد ہو کر رہ گیا ہے۔

۱۔ ہندی ایڈیشن" ص ۸۹:

اکنوں اگر در بیت مبالغہ کنیم در حق عاشق آں مبالغہ نباشد۔

Marfat.com

ایرانی ایڈیشن ص ۹۸ :

اگر دربیت مبالغہ کنیم درحق معشوق آں مبالغہ نباشد۔

۲۔ ہندی ایڈیشن ص ۲۱ :

ہمچنین علمائے ایں زماں درعلوم موی می شگافند وچیز ہائے دیگر راکہ باایشاں تعلق وارد نجابیت دانستہ اند"۔

ایرانی ایڈیشن ص ۱۷ :

اکنوں ہمچنیں علما راہل زماں درعلوم مُوئے شگافند وچیز ہائے دیگر راکہ باایشاں تعلق ندارد نجابیت دانستہ اند۔

آگے لکھا گیا ہے کہ فیہ ما فیہ کو صحیح ترین صورت میں شائع کرنے کے لیے بہرحال ابھی ریسرچ کی ضرورت ہے"[1]

جناب پرویز صاحب اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب دونوں حضرات میرے ساتھ اگر کج بحثی نہ ہو اور دلائل کو سامنے رکھ کر اتفاق کریں گے فیہ ما فیہ کسی صورت میں ہمارے پاس درست شکل میں نہیں پہنچی ہے اور پھر فیہ ما فیہ کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

"فیہ ما فیہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے نام لکھے۔ کتاب نایاب ہے۔ سپہ سالار نے اپنے رسالہ میں ضمناً اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ دو اقتباس اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ صدیوں تک اہل علم حضرت کو فیہ ما فیہ کے وجود کا صحیح علم نہ ہوا۔ یہ کتاب باقاعدہ تصنیف کی صورت میں عوام تک نہیں پہنچی۔ مولانا کی علمی مجلس میں مولانا جو ارشادات فرماتے آپ کے بیٹے انہیں محفوظ کر لیتے"۔[2]

---

[1]: فیہ ما فیہ مترجم عبدالرشید ص ۱۳ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور طبع اوّل ۱۹۵۶ء ۔ ۲ فیہ ما فیہ مترجم عبدالرشید ص ۱۰۔

ظاہر بات ہے کہ مولانا ۶۷۲ھ انتقال فرما گئے اور کتاب فیہ ما فیہ کی تسوید ۴ رمضان ۷۱۱ھ کو مکمل کی، خود اپنے ہاتھ سے نہ تو مولانا نے اس کتاب کی تصحیح کی ہے اور نہ کوئی بین ثبوت ہمارے پاس موجود ہے پھر مولانا کو اتنی بڑی غلطی کا ہدف بنانا قرین انصاف نہیں ہے۔

رومی اسلامی متصوفانہ شاعری کی علامت ہیں انہیں اس طرح پیش کرنا اپنے اسلاف کے تصورات کو زک پہنچانے کے مترادف سمجھتا ہوں اور اپنے اسلامی کلچر اور شاعرانہ اُپج کو ٹھیس پہنچانے کے برابر ہے ہر چیز میں ایک مثبت راہ نکالی جاسکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم مور کو دیکھتے ہی کہیں اس کے پاؤں کالے ہیں اور اس میں کوئی جمال ہی نہیں اور جو جمال ہے اس کا کہیں ذکر ہی نہ کریں۔ اس کے بعد مناقب العارفین کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں۔

"ایک دن خاتون زوجہ مولانا رومی کے دل میں خیال آیا کہ مولانا ایک عرصے سے میری جانب ملتفت نہیں ہیں۔ خدا جانے شہوانی جذبات ہیں یا بالکل فنا ہو گئے ہیں (مولانا کو بذریعہ کشف ان کا خیال معلوم ہو گیا۔ رات کو مولانا اُن کے پاس گئے۔ جذبات شہوانی کا یہ عالم تھا کہ کرا خاتون پریشان ہو کر استغفار پڑھنے لگیں[۱]"

اسی صفحہ پر اس کتاب کے مصنف سے منسوب اور دو دلخراش نام نہاد ملفوظات رومی ہیں جو شمس الدین اخلاقی کے لکھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس کتاب کا بھی وہی حال ہے جو فیہ ما فیہ کا ہے۔ یہ کتاب ۷۱۸ھ میں تصنیف ہوئی ہے اور حضرت حسام الدین چلپی کے مرید زین الدین کے مرید شمس الدین افلاکی نے لکھی ہے۔ مولانا ۶۷۲ھ کو انتقال کر گئے ہیں۔ یہ کتاب ۷۱۸ھ تک یعنی مولانا کے دادا سے لے کر مولانا کی اولاد کو احاطہ کرتی ہے۔

---

[۱]: تصوف کی حقیقت پرویز ص ۱۲۱۔

Marfat.com

حوالے میں تضاد دیکھئے "منقول ہے کہ حضرت کرا خاتون رحمۃ اللہ علیہا کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مولانا برسوں سے کم کھاتے ہیں، کم سوتے ہیں، ہر وقت ریاضت سماع اور بیان معاون میں، اسی سبب سے میری جانب بھی التفات نہیں کرتے۔"[۱] یہی عبارت مناقب العارفین کے فارسی مترجم محمد قمر الدین مطبع ستارہ ہند آگرہ ۱۸۹۷ء نے لکھی ہے۔ ظاہر بات ہے شمس الدین افلاکی نے یہ کسی بزرگ کے حوالے سے روایت پیش تو نہیں کی اُس کا مقصد تو صرف کتاب لکھنا تھا۔ یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ اس میں صداقت ہو یا نہ ہو خود لکھتے ہیں۔

"میرے پیرو مرشد ادام اللہ جلالہ کی عنایت بے نہایت شامل حال تھی کہ میں نے اُن کے حکم سے یہ مناقب جمع کیے۔ بزرگان دین کے میں نے یہ ظاہر حالات لکھے ہیں وہ بھی سالکان راہ حقیقت کے متبدیوں کی فہم اور سمجھ کے لکھے ہیں ورنہ توبہ توبہ حالات باطنی تو آسمان سے زمین تک بھی نہیں سماتے۔ کہاں انسان ضعیف اور کہاں ذات باری عزّ و اسمہ

گر مجال گفت جو دے گفتنا گفتم
حق ز تو خوشتر بگوئید تو مہل فتراک دین

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کتاب کو پورا کر دے۔"[۲]

یہ ملفوظات محض سمجھ کے مطابق ایک مرید کے مرید پیش کر دیتے ہیں رہا اس کی حقیقت کیا ہے کوئی مستند راوی نہیں بس اتنی ہے کہ درج ہے یا لکھا گیا ہے یا سُنا ہے تو پرویز صاحب آپ کو بھی اور باقی لکھنے پڑھنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ کس روایت کو پڑھنے سے پہلے اس کی صحت اور درستی کا بھی جائزہ لیں اور پھر عقل کی کسوٹی پر بھی پرکھیں

۱: مناقب عارفین مترجم حافظ احمد علی خاں ص ۱۴۲ کوچہ لنگر خانہ ریاست لاہور ۱۹۲۱ء۔

۲: مناقب عارفین مترجم حافظ احمد علی خان ص ۳۔

Marfat.com

یہ تو نہیں فلاں شخص کے مرید نے یہ بات لکھی ہے اور درست ہے مرید پرہیزگار بھی ہو سکتا ہے اور دروغگو بھی بس روایت کی صحت کے مطابق بات بہت ہی ذمہ دار طریقے سے کی جائے تو بہتر ہے۔ آگے چل کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی کسی کے حوالے سے نہیں بلکہ مصنف اپنی مارتا ہے مصنف غیر معروف شخص ہے اور ان ملفوظات کو مولانا رومی سے منسوب کرنا ایک بہت بڑی سازش تھی جو ایک خاص فرقے کے لوگ اس زمانے میں اسلام کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ص ۲۵۹ پر مناقب عارفین میں جو عبارت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے یہ سراسر مصنف نے اختراک، بہتان سے کام لیا ہے۔ ایسی بات تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں کوئی کافر یہودی بھی ثابت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ مولانا رومی کہتے اس کتاب کی ترتیب محض ایک سازش تھی، مولانا روم کا نام استعمال کر کے اہل سنت والجماعت اور فدائین توحید کے دلوں کو ایک بہت بڑا صدمہ پہنچانا مقصود رہا ہے اور تو کوئی بات نہیں تھی۔

مولانا رومی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تھے ایسے ہی قائل تھے جیسے سارے شاعر ہوا کرتے ہیں۔ مولانا بہت ہی زیادہ شریعت کے پابند رہتے ہیں آپ نے بھی شب خوابی کا لباس نہ پہنا۔ نیند کی نیت سے نہ لیٹے۔ نیند غالب آئی تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے، نماز کا وقت آتا تو قبلہ کی طرف رُخ کرتے، عشاء کی نماز کی نیت باندھتے تو صبح تک نماز ادا کرتے رہتے۔ آپ کے جنازہ میں ہر فرقہ اور ہر مذہب کا آدمی موجود تھا شاعر جس وقت جس طرح محسوس کرتا ہے لکھتا ہے اس پر کسی قسم کی قدغن نہیں لگائی جا سکتی اور پھر فیصلہ کسی تحقیق کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ ایسی کوئی تحقیقی بات ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ اگر علامہ اقبال کی وفات کے بعد ۱۹۸۲ء میں ان کے شاگرد کا شاگرد علامہ اقبال کے ملفوظات لکھنے بیٹھے اور لکھے کہ کہنے میں آیا ہے اقبال فرماتے تھے۔ یہ ہوا اور وہ ہوا اُس کو کس حیثیت سے تسلیم کریں۔ یا تو چلئے کم از کم اقبال کے کلام کو سامنے رکھ کر یا نثر کے شہہ پاروں کو

Marfat.com

سامنے رکھ کر ہم تسلیم کریں، یہ تو نہیں سُنا ہے کہ اقبال نے کہا ہے پس اگر روایت اس طرح کی ہو اور پرویز صاحب جیسے عالم اس پر بھروسہ کریں اور پھر اس کا حوالہ دیں پھر اللہ ہی حافظ ہے بندہ تو یہی سمجھ سکتا ہے کہ جانے کس قسم کے نامے میرے نام آتے ہیں۔

میں نے حضرت بایزید بسطامی، جنید بغدادی، سید عبد القادر جیلانی، سید نظام الدین اولیاءؒ خواجہ معین الدین چشتی، سید علی ہجویری، مولانا روم جیسی بزرگ ہستیوں کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ تصوف کی حقیقت میں جس طریقے سے ان بزرگوں کو سمجھا جاسکتا تھا وہ کبھی غلط فہمی کا باعث بنتا۔ اس لیے میری سمجھ میں جو مثبت پہلو نکل آیا میں نے پیش کیا۔ ضروری بات نہیں کہ میں نے ہر بات بہتر سمجھی ہو لیکن غلط فہمی دور کرنا یا تاریکی سے نکالنے کی کوشش کرنا بھی جہاد ہے۔ اگرچہ ہمت، عزیمت، ایثار میں بلند حوصلگی نہ بھی ہو تب بھی نیت بہتر ہو تو عوام کو چاہیئے کہ وہ پسندیدگی کی نگاہ سے کام کو دیکھے تاکہ حوصلہ تو بلند ہو اور ہو سکتا ہے کہ آج کا پست حوصلہ والا کام نیک خواہشات رکھنے والوں کی بدولت کل ایک عظیم کام کی صورت اختیار کرے اس بحث کے بعد کشمیر میں تصوف کے بارے میں کچھ ضروری باتیں اور چند غلط فہمیاں جو اسلامی تصوف کے لیے رخنہ بن چکی ہیں زیر بحث لانا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی چند بزرگ ہستیوں کا تذکرہ بھی کروں گا۔ قارئین کرام اگر میری بات سے اتفاق نہ کرتے ہوں تو میں یہی سمجھونگا کہ یا تو مجھے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے یا پھر کوئی راہ اتصال اختیار کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

کشمیر میں تصوّف

راقم الحروف کو اس سے قبل "صوفیائے کشمیر" کی ترتیب دینے کا شرف مرکزی اردو بورڈ لاہور سے ملا۔ لگ بھگ ساڑھے پانچ سو ایسے اصفیاء کی تاریخ مجھے لکھنا پڑی جو کشمیر میں عقیدت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں ۔ میں تو ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ یہ تمام صوفیاء صرف اسلامی تصوف سے ہی متاثر رہے ہیں، اسلامی تصوف سے مراد وہ تصوف جو حضرت بایزید بسطامی یا جنید بغدادیا سید عبدالقادر گیلانی سے وابستہ تصوف رہا ہے بلکہ ان متصوفین میں سے بیشتر اصفیاء پر حصول، وحدت الوجود، وحدت الشہود یا ویدانت کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ تذکرہ صوفیاء کشمیر محتاج اشاعت ہے۔ شائع ہونے پر آپ پر یہ بات خود آشکار ہو گی کہ ہمارے یہ بزرگ کیا کرتے چلے آئے ہیں۔ تذکرے میں نے نہایت ہی عرق ریزی سے پاکستان کی بڑی بڑی لائبریریوں اور نجی کتب خانوں سے جمع کیے ہیں۔ بغیر کسی لگی لپٹی کے عوام الناس کے سامنے رکھے ہیں۔

ہندوستان میں البوریحان البیرونی نے ہندی اور سنسکرت زبان سیکھ کر مسلمانوں کو ہندو تصوف سے روشناس کرایا۔ اس کے بعد اکبر نے مہابھارت اور رامائن کا ترجمہ فارسی میں کرایا۔ لیکن داراشکوہ نے رہی سہی کسر پوری کی۔ اس نے بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے اُپنشدوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا۔ اس نے یوگ لبشسشٹ کا فارسی ترجمہ منہاج السالکین کے نام سے کرایا ان کتابوں میں وحدت الوجود کا تذکرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ہندوانہ تصوف کو سمجھ کر وحدت الوجود کو آپ اگر دیکھیں تو بات یا سازش ظاہر ہو گی کہ ہندو مذہب کے خیر خواہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے مقابلے میں تو ہم ہندو دھرم کو لا نہیں

Marfat.com

سکتے تو کیوں نہ ایسا کچھ کیا جائے کہ ہندو مذہب اور اسلام ایک سطح پہ آجائے ہندو تصوف (ویدانت) کا سب سے بڑا پرچارک شنکر اچاریہ تھا۔ اس نے کہا تھا کہ انسان کے لیے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بھگتی (عشق) ہے۔ ابتدا میں ان کے ہاں برہما (خدا) کے دو روپ تسلیم کیے جاتے تھے۔ شیو اور وشنو انہی کی بھگتی ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ شیو نگاہوں سے اوجھل ہوا وشنو نے اہمیت حاصل کر لی۔ اس کے دو اوتار رام اوتار یا رام بھگتی کرشن اوتار کرشن بھگتی کا عام شعار ہو گیا۔ کرشن بھگتی کا چرچہ عام ہوا اسی مسلک کو بھگتی کی تحریک پکارا جانے لگا۔ اس میں عشق مجازی کی راہیں کشادہ ہوئی تھیں۔ بھگت کبیر، میراں بائی گورو نانک اس تحریک کے پرچارک تھے۔ گنگا ایک گھاٹ بہتیرے۔ کہت کبیر عقل کے پھیرے۔ غرض کفر اور اسلام، رام اور رحیم مسجد اور مندر میں کچھ فرق نہیں ہر جگہ وہی ہے

بید پراناں پڑھ پڑھ تھکے سجدے کر دیاں گھس گئے متھے
ناں رب تیرتھ ناں رب مکے جس پایا اس نور انوار
عشق دی نویں نویں بہار

مقصد میرا کہنے کا ہے کہ ان باتوں کا کشمیر کے اکثر صوفیا پر بہت اثر رہا ہے۔ کشمیر میں تصوف کے تین بڑے نظام یا مسلک موجود ہیں، ایجادیہ، وجودیہ، شہودیہ۔

مکتب فکر ایجاد ان کا یعنی وجدانی صوفیاء کا اعتقاد ہے کہ کائنات اللہ نے چھ روز میں تخلیق کی اور ساتویں دن آرام کیا ان کا ایمان ہے "تمام تعریفوں کے لائق وہ خدائے عزوجل ہے جس نے عرش اور فرش کی تخلیق کی اور پھر اندھیرے کے ساتھ دنیا میں اجالا کیا (القرآن) اس مسلک کے ماننے والے کہتے ہیں کہ قرآن میں متشابہات تلاش نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ صاف ستھرے سیدھے سادے طریقے سے معنی قبول کرنے چاہئیں وہ کہتے ہیں حضور اکرمؐ فرماتے ہیں۔ بیعت رضوان کے موقع پہ یَدُاللّٰہ فوق ایدیھم یعنی ان کے دست مبارک پہ اللہ کا ہاتھ تھا جب اللہ خود آخری پہر جیسے تھے آسمان پہ اتر کر بندوں کی فریاد

سنتا ہے، اس میں کوئی استعارہ نہیں ہے بلکہ بغیر تشبیہ سمیع ہے اور وہ خالق ہے مصور ہے اور ہر چیز اسی کی وجہ سے قائم ہے (ہمہ از اوست) اس کی فلسفیانہ تعبیر عشائری مکتب خیال والے کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمارا خیال یا تصور ایک محدود دائرے کے اندر کام کرتا ہے مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات اس محدود دائرے سے ماوریٰ ہے۔ جب ہم اللہ کے دن سے پکاریں گے وہ ہمارا دن نہیں گردانا جائے گا۔ جب اللہ کا ہاتھ کہیں گے تو اس کے معنی ہرگز ہمارے انسانی ہاتھ نہیں، نہ ہی ہمارے تصورانہ ہاتھ۔ دراصل خدا ہمارے تصور کے دائرے سے ماوریٰ ہے اور جس نام یا اسم سے ہم پکارتے ہیں وہ اللہ جل جلالہٗ اور ہمارے درمیان میں مشترک ہے۔ یہ لوگ قرآن کے ظاہری طور پہ پابند نظر آتے ہیں اور زیادہ تر اذکار پہ تکیہ کرتے ہیں۔ یہ زاہد اور پرہیزگار ہیں۔ جب ہی یہ لوگ تصوف کے اس دائرے میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسرا مکتب جس نے اسلامی فلسفہ کو کافی حد تک متاثر کیا ہے وجودیہ مکتب فکر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات اللہ کے علم کا ماحصل ہے۔ اس نظام کے تحت کوئی ذات پات فرقہ بندی باقی نہیں رہتی ان کے بقول ایک ہی جوہر ہے جس نے اپنے علم سے مختلف جلوے تخلیق کیے ہیں۔ جب یہ علم ذات پاک کے دائرے سے عالم ظہور میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو اس کا نام وجود پڑتا ہے۔ کچھ لوگ اس کو دوئی کا سبب سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سارے اندیشے جنم لیتے ہیں مگر اس نقطہ نظر اور دوئی کے نقطہ نظر میں ایک نازک سا فرق ہے کیونکہ اس خیال کے مطابق حق کی ذات خود ہی واحد بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ خود ہی احد بھی ہے۔ مگر تخلیقی اسرار ان کے علم میں اسی طرح نمایاں ہیں جس طرح ایک انجینئر کے علم میں مختلف تعمیرات کے نقوش ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔ ذہن میں موجود کو تخلیق کار کہیں گے۔ حالانکہ یہ منصوبہ سازنہ کے علم میں ہی موجود ہے۔ ذات حق قدیم ہے۔ اسی لیے ان کا علم بھی قدیم ہے اور کائنات ان کے علم کا ظہور ہے۔ اسی لیے

Marfat.com

اس میں تقدیم کا جوہر ہے مگر چونکہ وہ خود حارث ہے اس لیے اگر اس کے اور ذات کے درمیان وصل تلاش کریں تو اُسی حدتک ہوسکتا ہے جس حدتک ایک تصویر میں مصور کی ذات کو تلاش کیا جائے کیونکہ ھو المصور یعنی ذات حق اپنی تخلیق کردہ کائنات پر محیط ہے اسی لیے کائنات کے ہر ذرّے میں اس کا جلوہ تابندہ ہے اس مکتب کے بانی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ذات ہی بذات خود جلوہ گر ہے اور اس کی صفات پوشیدہ ہیں ہمارا روبرو صرف ذات ہے اس ذات کو دیکھ کر ہم صفات کا اندازہ لگاتے ہیں کیونکہ صفات ہمیشہ ذات میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

وجودیہ مکتب فکر صرف ذات حق کے ہی قائل ہیں۔ وہ تمام تخلیقات کے وجود کو اسی عدم کا ثبوت سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ عدم کا یہی متضاد ظہور شہود کے پردوں پر جلوہ گر ہے التوحید اسقاط الاشارات یہ نزول کے قائل ہیں اس نزول کے عمل کا پہلا زینہ ذات کا اپنے علم میں نازل ہوتا ہے۔ اس طرح حقائق کی تفسیر کی شروعات ہوتی ہیں جس کو اس مکتب فکر کی زبان میں دقائق کہتے ہیں جس کے معنی روحانی تربیت کے غور و فکر کی راہ کا حاصل ہونے سے ہے۔ یہاں سے عرفان کی مختلف راہیں کھلتی ہیں کیونکہ (الطرق الی اللہ کالنفوس بنی آدم) اللہ کی جانب اتنے ہی راستے رواں ہیں جتنے دنیا میں انسان بستے ہیں اور اس کی سانس کا تنفس ہے۔ وجود مختلف حدود میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ یہاں کے صوفیوں کی زبان میں (کشمیری) اس ظہور کو "شیونات" کہتے ہیں اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے بیج کے دانے میں کلہ پھوٹنے کی حیثیت ہوتی ہے پہلے درجے پر ہر چیز بغیر نام اور بغیر صفت کے ہے۔ اس درجے پر ذات کو (منقطع الاشارات) کہتے ہیں یعنی تمام رمزوں کو قطع و برید کرنے والی ذات جس کو کسی صفاتی نام سے نسبت نہیں دے سکتے (غیب الغیوب) جو خیال اور تصور میں پوشیدہ ہے لاتعین، لامحدود (غیب مطلق) مکمل غائب وجود محض بعین کافور یعنی جو کچھ کافور میں داخل ہوا وہ کافور بن گیا۔

Marfat.com

ہر نزول کے ظہور کا ایک الگ تھلگ عالم ہے۔ دوسرے درجے کو وحدانیت کہتے ہیں ان دو درجوں کے درمیان جو سرحد ہے اُسے وحدت کہتے ہیں۔ نزول کے ان عالموں کے درمیان کا حدِ فاصلہ اسی طرح ہے جس طرح زمانہ ماضی اور مستقبل کے درمیان زمانہ حال ہے اس صورت کو تصوف کی زبان میں برزخ کہتے ہیں جس طرح احدیت اور واحدیت کے درمیان ایک عالم وحدت عالم برزخ ہے جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ یہ وہ آئینہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنی صفات اور اسماء کا نظارہ کرتا ہے۔ جب تک بندہ کو ایک عالم کے معاملہ میں علم تجربہ اور دسترس حاصل نہ ہو جائے اس کے سامنے دوسرے عالم کے تنزلات ظہور پذیر نہیں ہوں گے۔ اس کی مثال ایک آئینے کی طرح ہے جب تک اس میں سیماب کی جلد نہیں ہو گی چہرہ نظر نہیں آئے گا۔ عالم برزخ کے تجربہ اور حاصل کیے بغیر صفات کا تصور ناممکن ہے۔ اس کے بعد تیسرا عالم آتا ہے اس کے بعد تیسرا عالم ارواح یا عالم جبروت بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھا عالم عالمِ مثال ہے۔ اس کو عالم ملکوت کہتے ہیں اور پانچواں عالم شہادت کا ہے یعنی خارج دنیا چھٹا ہے۔ انسان کامل کا یعنی وہ مکمل انسان جس پر اسرار اسماء و صفات اس قدر اور اس طرح آشکارا ہوئے ہوں کہ وہ بشریت کی حد بندی میں ہوتے ہوئے بھی بذات خود بعین اسماء و لجینہ صفات کا مجسمہ بن گیا ہو۔ اس جگہ یہ بندہ عالم محو میں رہتا ہے۔ جب یہ عالم حاصل ہوتا ہے تو اس وقت بندہ کو عدم اور وجود ایک ذات کے دو رُخ محسوس ہوتے ہیں۔ یہ مقام حضرت محمد عربیؐ کو حاصل ہوا تھا اسی کو مقامِ محمود بھی کہتے ہیں اور حقیقت محمدیہ بھی! اس طرح تصوف کی راہ پانے والے کو اس نظام میں چھ درجے اور پانچ ظہور کی راہوں کی مسافت طے کرنا پڑتی ہے۔ ان درجات کو حضارت خمسہ کہتے ہیں۔ ان ہی عالموں کے مطابق تصوف میں فنا اور بقاء کے عالم مقرر کیے گئے ہیں۔ اس حساب سے موت وجود سے عدم کی طرح واپس لوٹنے کا نام ہے اور اگر یہ تمام عالم نصیب ہوں تو پھر "ذات" کی رفاقت حاصل ہوتی ہے۔ اسی عالم میں رسول اللہ

Marfat.com

صلعم نے اپنے آخری الفاظ میں رفیق الاعلیٰ فرمایا ہے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سکندریہ مکتب خیال کے افلاطونی طبقہ کے لوگ بھی اس فلسفہ تصوف کے قائل رہتے ہیں۔ فلسفہ کے مطابق یہ فلسفہ ویدانت اور شومت سے کافی مماثلت رکھتا ہے۔

وجودیہ مکتب خیال کے دو فرقے اور بھی ہیں۔ یہ دو فرقے فرقہ" انا" اور فرقہ "فنا" کہلاتا ہے۔

"انا" والا طبقہ ذات حق کا ہر ایک ظہور چاہے ذاتی ہو یا صفاتی اپنی ذات کے اندر دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ذات کے بغیر تمام عالم کو توہم طلسمات اور مجازی سمجھتے ہیں۔ اس فرقے کا امام منصور حلاج ہے۔

"فنا" والا طبقہ اپنی ذات کو اللہ کی ذات میں محدوم کرنے کا قائل ہے۔ اس فرقہ کے امام ابو سعید اسرار مانے جاتے ہیں۔

انائی طبقہ مختاری، فنا والا طبقہ مجبوری کا قائل ہے۔

تیسرا نظام فرقہ یا مسلک شہودیہ کا ہے۔ اس مسلک کے تین طبقے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ غایت الغایات مشیت ایزدی ہے اور کچھ حسن اور عشق کے قائل ہیں۔ مشیت پرستوں کا خیال ہے اگر مشیت نہ ہوتی تو یکبیرہ ظہور پذیر نہیں ہو سکتا تھا اور جو محبت کے مسلک کے قائل ہیں ان کا خیال ہے کہ کائنات ایک آئینہ ہے جس میں اللہ اپنی صورت کا عکس دیکھتا ہے۔ اس لیے کائنات حسن اور عشق کے ظہور کا ایک کارخانہ ہے۔ معروف کرخی، حافظ شیرازی اور باقی بہت سارے صوفی اس تصور کے قائل تھے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فلسفہ ارسطو کے بڑے مفسر رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خدا نور ہے اور اس نور کے معنی منور سے ماخوذ ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے یہ تمام مکتب خیال مشیت ایزدی پر ہی اپنے فلسفی کی اساس قائم رکھتے ہیں۔

شہودی اپنے مسلک کی ترجمانی اس طرح بھی کرتے ہیں کہ خدا ایک چھپا خزانہ تھا

Marfat.com

اس کی خواہش تھی اس کی دریافت ہو اللہ نے دنیا اور کائنات کو پیدا کیا تاکہ لوگ اس خزانہ سے واقف ہوں اس فلسفہ کے امام حضرت شہاب الدین سہروردی تھے۔ بہر حال یہ کافی طویل بحث ہے۔

شہودی فلسفے کے دوسرے اہم ترین رکن عبدالکریم جیلی ہیں۔ ان کا خیال ہے اصل حقیقت صرف فکر ہے اسی بزرگ نے محی الدین ابن عربی کی کتاب شرح بسم اللہ جس کو فتوحات مکیہ بھی کہتے ہیں کی شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کامل ان کی مستقل تصنیف ہے۔

تصوف کے ان تین بڑے مکاتب فکر کے تذکرہ کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ تصوف کی تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ میرا خیال ہے کہ تصوف کی تاریخ اتنی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تاریخ قدیم ہے۔ دلبر فورس، کلارک اور لوئی ماسینون کا خیال ہے کہ ہر قوم کسی نہ کسی وقت تصوف کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ ضروری ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے متاثر ہو۔ حالات خود بخود ہر قوم کو اس نہج پر لاتے ہیں کہ باطنی علاج اور باطنی تربیت کے راستوں کی تلاش کی جائے۔ تمام تواریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد اچھی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یونانی فلسفہ تصوف مسلمانوں تک تیسری صدی ہجری میں پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ تصوف رسول پاکؐ کے وقت سے ہی اسلام میں شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی کا یہ خیال درست ہے کہ "اصحاب رسول" سب صوفی تھے۔ ان کو فنا، بقاء اور باقی مرحلوں سے نہیں گزرنا پڑتا تھا کیونکہ حقیقت محمدی ان کے سامنے بالمشافہ اور روبرو موجود تھی جو قرب نبوت کی بڑی راہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ یہ قرب، قرب بالا تھا جس میں فنا اور بقاء ضروری نہیں"۔

مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۳۲۳۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تصوف کے تین سلسلے شروع ہوئے اول سلسلہ والے حضرت ابوبکرؓ، دوئم حضرت علیؓ اور تیسرے حضرت اویس قرنی چنانچہ اسلامی تصوف میں جتنے بھی فرقے اصفیاء کے ہیں سب کا سلسلہ سند ان ہی تین سلسلوں سے ملتا ہے۔

Marfat.com

اسلام میں تصوف کی تاریخ ویسے اصحاب صفہ سے شروع ہوتی ہے جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت بلال، حضرت ابن ریام، حضرت عبداللہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ یہ بات اس سے قبل واضح کی گئی ہے کہ یہ اصحاب رسول تھے اس لیے ان بزرگوں کو صوفیاء کا نام نہیں دیا گیا۔

دوسرے جن کو تابعین کہتے ہیں حضرت اویس قرنی، حضرت حران ابن ضیار، حضرت ابوالحسن بصری، یہ لوگ حضرت رسول عربی کے دور میں موجود تھے اعلیٰ پایہ کے عاشق رسول تھے

تیسرے تبع تابعین جن میں حضرت مالک ابن دینار، حضرت ابوحنیفہ، حضرت داؤد طائی حضرت بشر حافی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت ابراہیم ادہم، حضرت بایزید بسطامی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوحفا، حضرت حبیب عجمی۔ تبع تابعین کی یہ نسل سکر وصحو کی قائل ہو گئی تھی اس وقت تک تصوف کی شروعات بحیثیت فلسفہ کی نہیں ہوئی تھی۔

سکر اور صحو کو واضح کرنا اس جگہ ضروری ہو جاتا ہے۔

In Sukur one enters the Mitra world with his physical senses, active and responsive to the casual world. In Sukur he returns to the normal state with the experience of Sukur.

یعنی عالم سکر سے سالک عالم مثال میں داخل ہوتا ہے اور اس کی جسمانی صلاحتیں بے حس نہیں ہوتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حواس، عالم ظاہر کی طرف بھی بیدار ہو جاتے ہیں اور صحو سالک کے عالم سکر کے تجربہ کے ساتھ واپس اپنی اصلی حالت پہ آنے کو کہیں گے۔

سکر اور صحو کے اس تصور نے اسلامی تصوف میں مختلف فرقے پیدا کیے جس میں جنیدیہ، نوریہ، سہیلیہ، کنزیہ، حطیطیہ، سیاریہ قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

بہر حال جب اسلام جزیرہ نما عرب سے باہر نکل آیا تو اس کی وابستگی مختلف تہذیب اور تمدن سے قائم ہوئی اور یہ حقیقت ہے کہ یونانی مابعد الطبیعات ایرانی تصوف اور ہندوستانی صوفی سے کافی حد تک متاثر ہوا۔

بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مختلف نسلوں کے افکار و اشغال کے جو بھی طریقے صوفیا نے قبول کیے وہ مخصوص علاقوں کے بسنے والے لوگوں کے طبعی رجحانات کو سامنے رکھ کر کیے۔

یہ تمام باتیں ذہن میں رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب اسلامی تصوف کا دائرہ ایران تک پھیل گیا تو اس وقت ایران میں ایک آمیختہ تمدن تھا جس پر زرتشت اور بدھ مذہب کا زبردست اثر موجود تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی تصوف پر مقامی اثرات رونما ہوئے مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مسلمان صوفیاء نے دو بنیادی عقائد کے خلاف کسی صورت میں مفاہمت نہ کی یہ بنیادی عقائد توحید اور رسالت تھے۔ اگرچہ باقی فروعی تصوفی اثرات قبول کیے فان کریمر اور رڈوزی ایرانی تصوف کو ویدانتی کا مکتب فکر کا مظہر سمجھتے ہیں اور نکلسن اس کو افلاطونی نتیجہ سمجھتے ہیں۔ پروفیسر براؤن اس کو سامی مذاہب کے خلاف آریائی ردعمل سمجھتے ہیں۔ لیکن بقول علامہ اقبال یہ نظریات یکطرفہ اور متعصبانہ ہیں کیونکہ یہ نظریات صرف حکیمائی (سائنٹیفک) اغراض کی خاطر موزوں ہو سکتے ہیں لیکن یہ رہنما اصول جانتے ہوئے ہم کثیر التعداد حالات اور شرائط نظر انداز کرتے ہیں جو کسی حادثہ کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ تمدنی اثرات کا عمل ریاضی کی طرح دو جمع دو مساوی ہے چار سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس پردہ خارجی اور داخلی عوامل ہوتے ہیں جن کے نشیب و فراز کا اثر انفرادیت سے اجتماعیت تک برابر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بات درست ہے کہ صوفیائے کرام نے جو کچھ اسلامی تفسیر بتائی ہے یا تفاسیر کی ہیں ان کی زبردست قوت اور تفسیر کا اندازہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہم بذات خود تصوف کی محیط تشکیلات پر غور و فکر کرنا شروع کریں۔

Marfat.com

مثال کے طور پر سامی قوم کے پاس جو نجات کا اصول ہے وہ ہم بالاختصار اس طرح بیان کر سکتے ہیں یعنی

"اپنا ارادہ بدلائیں"۔

یعنی اپنی رضا اپنے اللہ کی رضا میں شامل کر دو اور اپنا ارادہ اللہ کے ارادہ کے تابع رکھیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ سامی قوم ارادے کو ہی انسانی روح کا جوہر خیال سمجھتی ہے۔ اس کے برعکس ہندی ویدانتی تصوف کے مکتب فکر والے کہتے ہیں کہ ہمارے مصائب کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے کائنات سے متعلق ایک غلط نظریہ قائم کیا ہے اس لیے عقل کی کسوٹی کو ہی بدلاؤ جس کے معنی یہ ہوئے کہ انسان کی اصلی ماہیئت فکر اور خیال پر ہے عمل اور ارادے پر نہیں ہے۔ صوفیا کا خیال ہے کہ محض ارادے بدلنے سے کچھ نہیں بنے گا اور نہ ہی سکون میسّر آسکتا ہے۔

ہم پر لازمی ہے کہ ہم عقل اور ارادے دونوں احساسات کو ذہن سے محو کریں۔ کیونکہ عقل اور ارادہ احساس کی دو مخصوص صورتیں ہیں فرد کے لیے ان کا پیغام ہے۔ ہر ایک سے رشتۂ محبت استوار کرو اور لوگوں کی خدمت کرتے کرتے اپنی ذات کو بھول جاؤ بقول سعدی ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

مولانا رومی کہتے ہیں ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اب اقبال کے فیصلہ پر اس بحث کو ختم کر کے کشمیر میں شومت کے فلسفہ کے اثرات کی طرف آتے ہیں اقبال لکھتے ہیں۔

"تصوف کے اس اصول کے متعلق کیوں اور کس طرح جیسے سوالات اٹھانے

Marfat.com

پڑتے ہیں۔ یعنی اس نصب العین کو مابعد الطبیعاتی جواز کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس سے عقل کو تشفی ہو سکے اور ایسے قواعد فعل دریافت ہو سکیں جن سے ارادہ کی رہنمائی ہو سکے۔ تصوف میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں سامی مذہب کردار کے قواعد کا ایک ضابطہ ہے۔ اس کے برخلاف ہندی ویدانت ایک خشک نظام فکر ہے۔ تصوف ان کی ناقص نفسیات سے گریز کرتا ہے اور محبت کے اعلیٰ کلیے کے تحت سامی اور آریائی اصولوں کو متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے ایک طرف وہ بدھ مت کے تصور یزداں (فنا) کو اپنے اندر جذب کر کے اس تصور کی روشنی میں ایک مابعد الطبیعاتی نظام تعمیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اسلام سے بے تعلق ہونا نہیں چاہتا اور کائنات سے متعلق نقطۂ نظر کا جواز قرآن سے پیش کرتا ہے۔ وہ اپنے مقام پیدائش کے جغرافیائی موقع و محل کی طرح خود بھی آریائی و سامی مذاہب کے اثرات کے وسط میں واقع ہے"۔

اس تفصیلی بحث کے بعد اب ریشی ازم کی طرف آجاتے ہیں کہ اس نے کس طرح مقامی تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف اسلام قبول کیا ہے بلکہ عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

کشمیر کو ہندوؤں نے ریشہ واری نام دے رکھا ہے، مسلمان اس نام کو ابھی تک نہیں سمجھے ہیں اور نہ آسانی سے مستقبل میں بھی اس کو سمجھ سکیں گے۔

ویسے یہ حقیقت ہے کہ قدیم تاریخ دان ہندو نے ایک تاریخی تذکرہ لکھا ہے جو نیل مت پران کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس وقت ہندوؤں کے سامنے ایک تاریخی دستاویز کی حامل ہے۔ یہ اگرچہ داستانی اور اساطیری بیان پر مبنی ہے۔ تاہم کچھ قدیم باتوں کا اندازہ ہمیں اس داستان سے ملتا ہے جس میں ریشیت کے وجود کے بارے میں بھی کچھ لکھا ہے۔ اب ہندو فلسفہ صحیح ہے یا درست ہے ہمیں اس سے غرض نہیں یعنی کشپ رشی نے

Marfat.com

ستی سر ایک دیو کو مارا اور کھادیناد سے پانی کا اخراج شروع ہوا اور کشپ ریشی کے ساتھ ساتھ ریشی لوگ آباد ہوئے وغیرہ وغیرہ اور اسی وقت دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ ریشی لوگ اس وادی میں آباد نظر آنے لگے۔

"Afterwards the gods erected their hermitages each one separately in the lake or on the waterless place. The sages whose wealth is penance erected hermitages.

N.P.M. Canto 192,193.

کشمیر قدیم زمانے میں گندھارا تہذیب کا حصہ رہا ہے جس کی وجہ سے ہندو مت اور بدھ مت کے مذہبی اثرات یہاں تہذیب و تمدن پر نمایاں نظر آئے ہیں یہ تہذیب پشاور سے لے کر اننت ناگ (اسلام آباد) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مرکز ٹیکسلا تھا۔ بدھ مذہب کے عروج سے قبل اس تہذیب پر ناگاؤں کا قبضہ تھا۔ پرانی روایتوں کے پیش نظر اس تہذیب نے کافی ریشی پیدا کیے ہیں۔ ان میں کپل سینجلی جس نے پرمارسار تھا لکھی ہے ناگ ارجن اور ناگا بدھی کافی مشہور ہیں۔

ناگ ارجن کے بارے میں یہ مشہور ہے یہ شدار دھ ون جو آج کل ہارون کے نام نام سے مشہور ہے اسی کے نام کی نسبت سے مشہور ہے (اس کے معنی چھ ریشیوں کا جنگل ہے) یہ بات کافی واضح ہے کہ ایک ہارون سے لے کر کھوہ مُہا تک دوسری طرف صفاپور تک اس تمام جنگل میں ریشی آباد تھے۔ چنانچہ صفاپور کے بالائی طرف جنگل کو آج بھی ریشیوں کا جنگل (ریشی ون) کہتے ہیں۔ بُدھ مت کا دور جو پہلی صدی عیسوی سے کشمیر میں شروع ہوتا ہے یہاں ناگ ارجن کے علاوہ اشو گھوش، واسو بندھو سنگھ بدر اور سوریا دیو مشہور ریشی گزرے ہیں۔

نویں صدی عیسوی میں شوازم کا دور دورہ ہوتا ہے اور اس دور کی پیداوار، سوما نند، مکہ پردمن بٹ، براخبارمن، بھاسکر، کھیمراج جے اتھ کافی مشہور ریشی گزرے ہیں۔

Marfat.com

اسلام آٹھویں صدی ہجری سے کشمیر میں پھیلنا شروع ہوا تھا۔ مسلمان رعایا کو ملیچھ سمجھا جاتا تھا کچھ محمود غزنوی کے حملوں نے مسلمانوں کا اثر و نفوذ بڑھا دیا کچھ جب محمد غوری پرتھوی راج کو شکست دیتا ہے اور ہندوستان پر قابض ہو جاتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کا اثر و رسوخ بھی کافی بڑھ جاتا ہے، ہر فرد اس قدر اسلام کا قائل ہو جاتا ہے کہ اپنے مذہب کے لوگ تیغ ناموں سے اُسے پکارنے لگتے ہیں۔ اس دوران ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے لوگ آپس میں برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں جس سے عام لوگ برداشتہ خاطر ہو جاتے ہیں آخر میں لداخ سے ایک بدھ شہزادہ یہاں تخت نشین ہوتا ہے جس کا نام رینچن تھا۔ ۱۳۲۵ء میں رتنجو عرف رینچن اسلامی نام صدرالدین حضرت بلال شاہ صاحب سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کشمیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد یہاں سے پڑتی ہے۔ نویں صدی عیسوی میں اسلام باضابطہ پھیلنا شروع ہوا تھا اور اسلام کی برادری، برابری یگانگت کی تعلیم نے غیر مسلموں کے دلوں میں بہت بڑا مقام حاصل کیا تھا۔ ذات پات کے بندھنوں میں سسکتے ہندو اور بدھ مذ کے پیرو اسلام کی رواداری اور اخوت کو دیکھ کر جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہونے لگے

اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ ایرانی تصوف نے بھی آہستہ آہستہ رنگ جمانا شروع کیا۔ چنانچہ ابھنوگپتا نے جو مسلک تصوف شونتکی پیش کیا تھا اُس کو اور ایرانی تصوف میں پناہ مل گئی۔ بدھ مذہب نے ضبط نفس اور عملی کردار کا بیج لویا تھا۔ ان دونوں چیزوں کا اثر کشمیری صوفیاء کے اندر اس قدر رچ گیا تھا کہ لاکھ صحیح اسلامی سلاسل اصفیاء سے وہ منسلک رہے مگر وہ لغزش دور نہ ہو سکی۔ ایرانی تصوف پہلے پہلے کشمیر میں وحدت الوجود کی صورت میں داخل ہوا اور یہ فلسفہ تصوف یہاں کے مقامی تصوف کے عین مطابق تھا اس لیے عام انسان کو اسلام آنے سے کسی بڑے ذہنی انقلاب کا احساس نہ ہوا چنانچہ جب وحدت الوجود ایرانی تصوف کے ساتھ آیا اس میں مقامی تصوف شیومت کا عرفان نفس اور بدھ مت کا ترک لذات نفس کشی شامل ہوا۔ اب کشمیری صوفیاء

Marfat.com

نے اس ایرانی مسلک کو وہی قدیم کشمیری نام ریشیت دیا جو مدتوں سے وہ جانتے اور پہچانتے تھے، اور جو ان کی تاریخی روایت سے کافی لگا کھاتا تھا۔ یہ ریشیت کشمیری نژاد صوفیاء پر بالکل فٹ بیٹھا اور ذہنوں سے مطابقت رکھتا تھا۔ خلوت نشینی، ترک لذات، نفس کشی میں یہ ریشی اپنی عظمت سمجھتے تھے۔ بہرحال ابتداء میں ان صوفیاء کی وجہ سے اسلام کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہندو مذہب کے پیروکار ان کے عمل سے جو ان کے اذہان کے عین مطابق ہوتا تھا کافی متاثر ہو کے اسلام قبول کرتے رہے۔ وہ اپنے ذکر اور فکر میں کوئی نئی بات نہیں دیکھتے تھے سوائے پنجگانہ نماز کے اس میں بھی بخشش اور توبہ کے دروازے کھلے تھے ان صوفیاء سے مراد بہت سے مقامی صوفی ہیں جن کا تذکرہ میں آگے چل کر کروں گا۔ یہ ریشی بنیادی طور پر کشمیری ہی تھے۔ اس لیے ان صوفیاء اور ایرانی یا غیر کشمیری صوفیاء کی تبلیغ میں فرق تھا۔ اسلام کا بنیادی پیغام اگرچہ ایک ہی تھا مگر طرز حیات اور طرز فکر جدا جدا تھا۔

اسی طرح عربی اور فارسی مسلک تصوف مخصوص تمدنی اور جغرافیائی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے۔ حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کی کوشش تھی کہ صوفیوں اور ریشیوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا جائے اور سلوک کی راہ اس طرح ہموار ہو کہ ریشی اور صوفی کا فرق باقی نہ رہے۔

ہردی بابا جنہیں عام طور پر ریشی مول صاحب کہتے ہیں سہروردی سلسلہ کے پیروکار رہے اور اس طرح ریشیت اور تصوف کا نیا آمیزہ وجود میں آیا۔

اسی طرح بابا داؤد خاکی جو قادری اور سہروردی سلسلہ کی تربیت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود ریشیت کے بڑے نمائندے رہے۔

اس دور میں میر اسماعیل شامی کشمیر میں سلسلہ قادریہ شروع کرتے ہیں اور مقامی صوفی میر نازک قادری پہلے قادری صوفی گزرے جو باورچیوں کے محلے میں رہتے ہوئے

Marfat.com

عمر بھر چاول کی پیچ پیتے رہے ۔

بابا نصیب الدین غازی سہروردی سلسلہ کی تربیت رکھنے کے باوجود ایک دفعہ دال میں بینگن کا چھلکہ نظر آیا تو مدتوں قے کرتے رہے۔ کسی نے وجہ دریافت کی کہنے لگے مجھے اس بینگن کے چھلکے سے گوشت کی بو آرہی تھی ۔ یہ تارک العلم تھے۔ یہ تاریخی پس منظر ثابت کرتا ہے کہ ریشیوں کا اسلام آنے کے بعد ایک خاص طرز زندگی اور طرز فکر رہا ہے ۔ یہ اکثر وحدت الوجود کے قائل تھے جو ایران سے کشمیر آیا تھا اور کشمیر آنے سے قبل اس میں زردشتی اثرات آچکے تھے اور اس کے بعد بدھ مذہب اور ہندو فلسفے نے بھی متاثر کیا تھا ۔

ریشیت کوئی الگ مسلک نہیں بلکہ یہ وجودیہ تصوف میں کشمیری اور مقامی تصوف کی SYNTHES یا آمیزہ ہے ۔ ریشیت میں ایسی باتیں ہیں اور اس قسم کی کرامات موجود ہیں جن سے انسان دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے ۔ قارئین کے لیے میں صرف دس ریشیوں کے مختصر حالات زندگی اور کرامات پیش کرتا ہوں ۔

Marfat.com

شیخ رُوپی ریشی

ریشیوں کے طریقہ کو پسند کر کے تنہائی اختیار کی۔ استروں کی چوٹی پر جو اد کر کے گرد کے پہاڑوں پر واقع ہے تنہائی میں گزارا۔ آپ چالیس دن رات گزار نے پر پانی کا ایک گھونٹ پی کر افطار کرتے تھے۔ ساری عمر ایک ہی فرقہ میں گزاری اور نئے کپڑے کبھی نہ پہنے۔ شروع میں ہر تیسرے دن روزہ افطار کرتے تھے۔ ریاضت، عبادت پرہیزگاری میں لاثانی تھے۔ ۹۷۰ھ میں انتقال کر گئے۔ محلہ کاٹل میں دفن ہیں۔

(تحائف الابرار فی الذکر الاخیار اولیا ابومحمد حاجی محی الدین ص ۱۰۸)

اہلہ ریشی

سرہامہ کے ایک کمہار کا لڑکا تھا۔ گاؤں کے بچوں کے ساتھ میدان میں چلا گیا وہاں گھپ میں بیٹھا غار کے منہ پہ مٹی کا تودا گر گیا۔ غار بند ہو گیا۔ اسی میں یادِ الٰہی میں مست رہے۔ ہردے ریشی سے سلوک کے راستے کی تعلیم پائی۔ صاحب حال اور قال تھے۔ طے مکان کرنے والا تھا۔ ایک ہی دن کے فاصلے کو ایک منٹ میں طے کرتا تھا۔ بیجبہارہ میں ان کا روضہ ہے۔ (تذکرہ اولیائے کشمیر تاریخ ص ۱۴۱)

سہہہ ریشی

زاہد اور پرہیزگار تھے۔ کھیتی باڑی کر کے روزی کماتے تھے۔ ایک دن بابا مشکواتی کھیتی پر گئے۔ سہہہ ریشی نے کہا آؤ بابا میرے ساتھ نلائی کرو۔ انہوں نے جواب دیا میں

Marfat.com

ریشی ہوں۔ سہیمہ ریشی نے کہا مجھے بھی ریشی کہتے ہیں۔ بابا مشکواتی نے کہا اگر تو ریشی ہوتا تو اتنے جاندار گھاس پھوس اور کیڑے جو تمہارے ہاتھ سے مر جاتے ہیں نہ مرتے۔ یہ بات سن کر بے ہوش ہو گئے اور کہا اس کام میں سانپ یا چیونٹی سامنے آئی مار ڈالا اس کا کیا جواب دوں اس غم میں بیمار ہو کر ۱۰۴۷ھ انتقال کر گئے۔ دارا سید پور میں دفن ہیں۔

(تذکرہ اولیائے کشمیر تاریخ ص ۱۴۲)

بنگر ریشی

ساری عمر غار نشین رہے۔ زعفران کاشت کر کے روزی کماتے تھے۔ دائمی روزہ دار اور شب بیدار تھے۔ بلند مرتبہ کے ریشی تھے مزار پانپور میں مشہور ہے۔

(تذکرہ اولیائے کشمیر تاریخ ص ۱۴۳)

شیخ نجم الدین ریشی

ششکر آچار یہ پہاڑی کے دامن میں خوش پورہ کے مقام پر تنہا نشینی اختیار کی۔ ساری عمر گوشہ نشینی دائمی روزہ رکھنے اور گوشت نہ کھانے میں گزاری۔ سارا سال سوتی کپڑے کے ایک ہی کرتے میں رہتے تھے۔ نذر و نیاز جمع کر کے فقیروں میں بانٹ دیتے تھے۔ خوش پورہ میں دفن ہیں۔ ۱۰۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔

(تذکرہ اولیائے کشمیر ص ۱۴۴)

رُوپی ریشی

پرگنہ اُولر کے لودہ گام گاؤں کے باشندے تھے۔ صاحب حال و قال، آبادی سے دور گوشہ نشینی اختیار کی۔ کُوچھ موُلہ گاؤں میں ایک چشمے پر اپنے ہاتھ سے مسجد

Marfat.com

بنا کر ۵۰ برس اس جگہ تنہائی میں گزارے کبھی کبھی دو تین مہینوں کے لیے جنگل میں جاتے اور واپس آتے۔ ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے۔ گوشت کبھی نہ کھاتے تھے۔ کبھی کبھی دو دو تین تین دن کے لیے روزہ وصال (روزہ نہ کھولنا) روزہ ہی نہ کھولتے تھے۔ کبھی نوسیر کھانا ایک ہی وقت کھا جاتے۔ شیخ نورالدین کے شعر زبانی یاد تھے۔

(تحائف الابرار و ذکر الاولیاء ادارہ ص ۱۳۴)

مہدی ریشی

میر محمد باقر نقشبندی کے خلیفہ تھے، پرہیزگار ریاضت کش بزرگ تھے۔ خطِ ارشاد حاصل کرنے کے بعد کاکا پور کی مسجد میں ۴۰ برس گزارے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور گوشت نہیں کھاتے تھے۔ ۱۰۹۹ھ میں رحلت فرمائی۔

(تحائف الابرار ص ۱۳۴)

لالہ ریشی

کھونہ موہ گاؤں کے باشندے تھے۔ پانپور کے قریب گپل کے مقام پر دریا کے کنارے تکیہ بنایا تھا۔ تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری ترک لذات کیا تھا۔ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ (تحائف الابرار و ذکر الاخیار الاولیاء ابو محمد حاجی محی الدین ص ۱۳۵)

شیخ نورالدین ریشی

نورالدین ریشی نندہ ریشی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ۴ جمادی الاول ۷۶۹ھ کو کمبوہ کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شیخ جب غار میں گوشہ نشین ہو گئے تو ان کے عیال کا بوجھ ان کی والدہ کے کندھوں پر پڑ گیا۔ ایک دن والدہ نے غار میں جا کر عیال

Marfat.com

کا خرچ اور اپنے مادری حقوق پر بڑی گفتگو کی اور اپنے دودھ کا دعویٰ لیا۔ حضرت شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور ایک پتھر سے دودھ بہنے لگا اور ماں سے کہا ماں جو دودھ تم نے مجھے پلایا ہے لے لو۔ ماں یہ دیکھ کر حیران ہوگئی اور دودھ بخش دیا۔ پھر اُن کی بیگم زئی غار پر آگئی۔ حضرت سے جھگڑنے لگی کہا نہیں جاؤں گی اس غار میں رہوں گی۔ شیخ جنگل گئے گٹھری ببول کے کانٹوں کی لا کر گپھا میں بچھا دی اور اسی پر لیٹ کر کروٹیں بدلنے لگے، کانٹے چبھ گئے لہو بہنے لگا۔ بیوی سے فرمایا آج رات بچوں کو اپنے ساتھ رکھ لے کل میں خدا سے ان کی چارہ سازی کرنے کے لیے کہوں گا بی بی بچوں سمیت روتی ہوئی گھر چلی۔ دوسرے روز جب صبح ہوئی آپ کے دونوں بچے بستر پر مرے ہوئے پائے گئے۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں دفنایا گیا۔ بارہ برس اس گھپ میں گزارے۔ کانسی اور دُپل ہاک (جنگلی ساگ) کے پتوں کے بغیر کچھ نہ کھایا ایک دن گھپ کے پاس ہی دو عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک بولی دیکھا حضرت شیخ میدانی ساگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے، لیکن جسمانی حالت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ دوسری بولی تو نہیں دیکھتی چوپائے گھاس کے بغیر کچھ نہیں کھاتے، پھر بھی ان میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ سن کر غار سے باہر آئے اور کشمیر کے گاؤں گاؤں پھرے، گائے کے دودھ کے بغیر کچھ نہیں کھاتے۔

(تذکرہ اولیاء کشمیر تاریخ حسن حصہ سوئم ص ۱۱۳)

حضرت بابا بام الدین

لوما سادھو نام سخت تپسیا کرنے والے ایک برہمن ہندوؤں کا بڑا گرو تھا۔ جس کے مندر میں تین سو ساٹھ بُت تھے۔ صبح سویرے طے مکان کر کے پانچ تیرتھ سے اشنان کر کے سورج نکلنے سے پہلے اپنی کٹیا میں واپس پہنچتا تھا۔ ان تمام تیرتھوں

Marfat.com

کی مسافت کئی سو میل بنتی تھی۔ یہ سارا کام یہ برہمن پو پھٹنے سے سورج غروب ہونے تک کرتا تھا۔ حضرت شیخ نورالدین اس سے واقف ہوئے اور اس کو راہِ اسلام پر لانے کی کوشش کی جو بارآور ثابت ہوئی۔ شیخ سلب کی ہوئی طاقت واپس کی بلکہ نظر کیمیا اثر سے مقامات سلوک کشف کر کے اعلیٰ علیین پہنچادیا۔ اسلامی نام بابا بام الدین رکھا۔ بام الدین مرشد سے عرض کی آج سے کس چیز سے روزہ کھولا کروں گا۔ حضرت نے ایک سفید پتھر جو آج تک اسی جگہ ہے دکھا کر کہا تھوڑا سا پتھر گھسا کر افطار کیا کرو۔ بابا بام الدین اس کے بعد ۱۲ برس زندہ رہے اور اسی پتھر کو تھوڑا سا پیس کر پانی کے ساتھ پی لیتے تھے۔ دیے میں پانی کے بدلے تیل ڈال کر جلاتے تھے اور ایک پتھر سے پانی نکال کر وضو کیا کرتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بالکل میل جول نہ تھا۔ بومہ زدہ میں اپنی ہی کوٹھڑی میں دفن ہیں۔

(تذکرہ اولیائے کشمیر تاریخ حسن حصہ سوئم ص ۱۲۶)

یہاں تو صرف دس ریشیوں کی عبادت وریاضت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ باقی لگ بھگ ۱۴۰ ریشیوں کا تذکرہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

ـــ ریشیوں کے تذکرے لکھنا اس لیے مقصود نہیں کیونکہ اس مقصد کے لیے ایک الگ تصنیف تذکرہ صوفیائے کشمیر پہلے ہی لکھی جا چکی ہے۔

متذکرہ ریشیوں کا ذکر خیر سرسری طور پر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ قارئین اس تصوف کا اندازہ لگا سکیں جسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے لے کر بایزید بسطامی تک ہم نے کسی اور شان سے دیکھا تھا کس نہج پر ریشیوں کے زمانے تک پہنچا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کے پاس ایک شخص چند سال رہا پھر کچھ بددل ہو کے واپس جانے لگا۔ آپ نے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ میرا قیام رائیگاں گیا۔ کیونکہ اتنی مدت میں آپ نے کوئی کرامت نہیں دکھائی۔ حضرت بایزید نے پوچھا " یہ بتاؤ کہ تم

Marfat.com

نے کبھی مجھے سنت کی خلاف ورزی کرتے دیکھا ہے یا کبھی سنت نبوی میں تغافل برتتے دیکھا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا "آپ شریعت اور سنت کے پوری طرح پابند ہیں"۔ حضرت بایزید بولے "اس سے بڑھ کر تم اور کیا کرامت چاہتے ہو"۔ اولیائے اسلام کا طریقہ اتباع سنت ہے۔ اسلام نے ترک حلال کو جائز نہیں سمجھا ہے بلکہ اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

ایک دفعہ رسول اکرمؐ نے شہد کھانا چھوڑ دیا تھا اور ارادہ فرمایا تھا کہ کبھی استعمال نہ فرمائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جس کو خدا نے حلال کیا ہے) اسلام میں رہبانیت نہیں۔ کاملین نے کوئی عمل سنت کے برعکس نہیں کیے ہیں۔ سعدی نے کہا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ان ریشیوں کے علاوہ سید شرف الدین وفات رجب ۷۲۷ھ بلبل لنکر سے زمانے سے لے کر سید یوسف شاہ مدفون بونہ گر محلہ ۷ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ کے زمانے تک کوئی دو سو پچپن سید صوفیاء گزرے ہیں۔ ان کی زندگی میں اہم کارکردگی اسلامی تعلیم کی وسعت اور عمل کی تلقین رہی ہے جہاں تک کرامات کا تعلق ہے، اس سلسلے میں کسی بات یا واقعہ کو زیر بحث نہیں لانا چاہتے واللہ اعلم بالصواب مگر اس دنیا میں ہر چیز ممکن ہے۔ ان اصفیاء میں سے بھی کچھ حضرات کہیں کہیں ویدانتی تصوف سے متاثر نظر آتے ہیں۔

سادات کے علاوہ کچھ شیوخ اور دیگر اصفیاء کی تعداد کوئی دو سو بنتی ہے۔ ان میں سے بیشتر کو آپ شاعری بھی کرتے دیکھیں گے ان کی شاعری میں شوازم کا رنگ جھلکتا نظر آئے گا۔

شوازم کیا ہے؟ اس کا تذکرہ ذرا تفصیل سے کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ

Marfat.com

اکثر کشمیری پڑھے لکھے، اہل قلم اس کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ فلسفہ (شومت) صریحاً کشمیری فلسفہ ہے۔ کشمیری ہندو اس بات کو کسی صورت میں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ شومت کے تصوف نے کسی اور جگہ سے جنم لیا ہے یا یہ مفروضہ کہ شومت نے چوتھی صدی عیسوی میں ہمالہ کے اس پار کیلاش کے قریب سر اٹھایا ہے ــــ راج ترنگنی میں لکھا گیا ہے کہ کشمیر کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہونے کی وجہ سے کوئی بدیشی قوم اس ملک میں نہیں آسکتی تھی۔ ان پہاڑوں کی وجہ سے یہاں کے لوگ باقی دنیا سے اپنے آپ کو الگ تھلگ تصور کرتے تھے۔ لہٰذا اس دنیا کی بجائے دوسرے عالم پر یقین رکھتے تھے اور اس عالم کے درشن کو "شو درشن" کہتے تھے۔

شومت کو ابھارنے میں واسو گپتا کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ یہ کوئی مذہب وغیرہ نہیں بلکہ ایک دستور ہے۔ وجود اور ہستی ذات اور کائنات کے بارے میں غور و فکر کرنے کا ایک طریقہ بتایا گیا ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں شیخ نورالدین کے اشعار اور ایک برہمن زادی خاتون للہ الشیوری کے اشعار اس فلسفے میں رچے بسے نظر آتے ہیں۔

شو درشن کے اصولوں کے تحت ہستی اور وجود پر یقین کی وجہ سے قائم ہے ساری ہستی کا سر چشمہ پرم شو ہے اور اس کے آگے کچھ نہیں!

پرم شو کی ذات کو بے قاعدگی یا باقاعدگی یا وحدت یا کثرت سے کوئی دھیار نہیں چونکہ پرم شو کی ذات آگہی کی بحر بیکراں ہے اسی لیے اس ذات کو یعنی پرم شو کو شو کہتے ہیں ــــ اپنی اندرونی شکتی سے یا باطن سے ایک ظاہری صورت جنم دے کر ایک عظیم قوت پیدا کرنے کی صلاحیت جو پرم شو میں موجود ہے شکتی کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ ظاہری علم پرم شو نے اپنے باطنی کمال سے اجاگر کیا ہے۔ لہٰذا یہ عالم جگت اسی طرح کی ہے جس طرح پرم شو سچا ہے۔

Marfat.com

تمام حسن کا سرچشمہ پرم شو ہے۔ وہ خالق ہے اور مختار ہے۔ کبھی کبھی کسی انسان پر کسی پیر کامل کی نگاہ پڑتی ہے جو پرم شو کے نور کا عکس ہوتی ہے اس وجہ سے اس شخص کو آسودگی اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ شومت کے فلسفہ کے مطابق پرم شو آگاہی کا سرچشمہ ہے اور آگہی کے کائنات کا وجود قائم ہے۔ یہ آگہی ہماری اپنی ذات پوشیدہ ہے۔ لہٰذا ہم پرم شو کی ذات کو اپنی ذات میں دیکھ سکتے ہیں۔ پرم شو علم کا نور ہے۔ پرم شو دوسروں کے دلوں کے حال جاننے کا بھی سرچشمہ ہے۔ ہم سب اس کے پرکاش میں ہیں اس میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔

ہماری ذاتیں پرم شو سے ملتی ہیں جن سے ہم ناواقف ہیں غفلت کے دور کرنے کے دستور کو پرتیگدیا کہتے ہیں۔ اپنے وجود کو پہچاننے کے لیے پرم شو نے بہت ساری باتیں بتائی ہیں۔ ان باتوں اور چراغوں کو اس فلسفہ میں اُدپائے کہتے ہیں۔ یہ ہے شومت۔

قارئین ہم نے عالم تصوف اس لیے نہیں لکھی ہے کہ ہم وعظ و نصیحت کریں صرف اس لیے لکھی ہے کہ ہر تصوف کے فلسفہ کی اصلیت اور ماہیت آپ پر اپنی علمیت کے مطابق آشکار کریں۔ فیصلہ اگر سنت نبوی کا پیروکار ہے تو اسی آئین کے مطابق کرے اور فیثا غورث کو ماننے والا ہے تو اسی کے مطابق کرے۔ ہم سے اگر آگہی میں کوئی کمی باقی رہ جاتی ہے اسے خطا سمجھ کر معاف کر دیں کوشش ہے۔

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول

انسان جب تک نہ بولے اپنے عیب کا پتہ بھی نہیں چلتا۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔

Marfat.com

ہم نے کوشش کی ہے کہ قارئین ایک عام انسان کی زبان میں سہل اور آسان طریقے سے تصوف کے نشیب و فراز جان لیں۔ کم از کم تصوف کی ماہیت، اس کی تاریخ، مختلف مکاتبِ فکر اور ان کے مختلف سلاسل سے آگہی حاصل کر سکیں! یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ کامیابی اس سلسلے میں ضرور حاصل ہوئی ہے۔

آج کل کے دور میں قلمکاروں کی کمی نہیں، ہر شخص میری طرح ہی اناپ شناپ قلم اٹھاتا ہے لکھنے بیٹھتا ہے۔ میری سوچ کے مطابق یہ ایک خوش آئند بات ہے، ایک تو لکھنے والے کی بڑا اچھا KATHR ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حق اور باطل کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ ظاہر بات ہے اور اللہ کا قانون بھی یہی ہے کہ سچ کا بول بالا ہوتا ہے۔ اس لیے لکھنے والوں کی رد و قدح اصلاح آمیز ثابت ہوتی ہے۔

کچھ تذکرہ نگار حضرات نے اسلام کے برگزیدہ اصفیاء کے بارے میں تصوراتی ، مافوق الفطرت اقوال منسوب کیے تھے، جن کا تذکرہ غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی تصنیف تصوف کی حقیقت میں من وعن کیا ہے ان کے جوابات اپنی دانش اور کتابوں کی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے دیا ہے۔ یہ ایک اہم فریضہ تھا جس کو پورا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

کشمیر میں جب آبادی شروع ہوئی تو اس وقت یہاں کلیتاً بت پرست موجود تھے۔ یہاں ویدانت، بدھ مت، شیو شکتی اور ولیشنومی مکتب فکر کے لوگ آباد تھے۔ ان میں ایک اللہ اور رسول کی نام لیوا جماعت نے جنم تو ضرور لیا مگر عبادات اور زندگی کا طریقہ مقامی حالات کے تحت نہیں بدلا۔ یعنی روایتی نفس کُشی، تنہا پسندی، سخت عبادت گزاری، اور تپسیا کے رنگ میں ہی مست رہتے۔ ایسے صوفیاء کے مسلک اور صوفیانہ زندگی کے دستور العمل بھی ہم نے قارئین کے سامنے لائے ہیں۔ تاکہ وہ صحیح اسلامی تصوف اور صوفیا کی نشاندہی کر سکیں۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ کشمیر میں ایک خاتون للہ اشتیوری کے نام

Marfat.com

سے گزری ہے۔ اس خاتون کو ہندو تو خیر برگزیدہ عورت سمجھتے ہی ہیں مسلمان بھی اس کو صوفی حضرات کی صف میں بٹھاتے ہیں۔ مسلمان اصحابِ فکر اور اہلِ نظر کوئی واضح بات کرتے اس سلسلے میں نظر نہیں آتے، میری کوشش ہوگی کہ میں اپنی بساط کے مطابق اس عقدے کو حل کرنے کی کوشش کروں۔

حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی کے کچھ واقعات بیان کروں اور محبوب العالم حضرت شیخ مخدوم حمزہ، بابا داؤد خاکی، حضرت شیخ یعقوب صوفی، بابا نصیب الدین غازی، سید سیف الدین بخاری جیسے بزرگوں کے مختصر حالات زندگی قلمبند کروں۔

متذکرہ صوفیاء کا تذکرہ میں خاص مقصد کے تحت اس کتاب میں زیر بحث لایا ہوں، ورنہ اگر صوفیاء کا تذکرہ کرنا ہی مقصود ہوتا تو اس کتاب کا نام ہی تذکرہ صوفیائے کشمیر کیوں نہ ہوتا؟

ان چند بزرگوں کے حالاتِ زندگی سے کشمیر کے سیاسی حالات بھی وابستہ ہیں اس لیے ان کا تذکرہ کرنا ضروری بن جاتا ہے۔

پہلے للہ الشیوری کے بارے میں کچھ باتیں کرتے ہیں، یہ کون تھیں کیا مسلک تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔

للہ الشیوری

ان کا نام للہ الشیوری تھا۔ موضع سمپورہ علاقہ کشمیر میں پیدا ہوئی۔ یہ زمانہ راجہ ادیان دیو کا تھا۔ یعنی ۱۳۳۴ء میں بمطابق ۷۳۵ھ میں پیدا ہوئی۔ ۷۳۵ھ تاریخ پیدائش زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے۔ آپ کے والدین برہمن تھے۔ والد اوسط درجے کا زمیندار تھا۔ یہ لڑکی نہایت روشن خیال تھی۔ اپنی مذہبی کتابوں سے اچھی طرح واقف تھی۔

کم عمری میں ہی اس کی شادی پانپور کے ایک برہمن زادے ہوئی۔

Marfat.com

للہ کے بارے میں مشہور ہے بلکہ تاریخی روایت ہے " ۷۸۴ھ میں حضرت سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر تشریف لائے تو کوہ ماراں سرینگر تشریف لے گئے للہ اُن کے ساتھ تھی ، حضرت نے فرمایا کہ کچھ دنوں کے بعد سید حسین سمنانی یہاں آئیں گے وہ تجھے راہ سلوک طے کرائیں گے (اسرارالابرار) ۷۷۳ھ میں سید حسین سمنانی کشمیر آئے للہ نے ان کا استقبال کیا۔ ۷۸۱ھ امیر کبیر تشریف لائے تو للہ اکثر حاضر خدمت رہتی "[1]

متذکرہ عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ للہ عارفہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اگر اسلام قبول کیا ہوتا تو حضرت امیر کبیر کیوں فرماتے کہ سید حسین سمنانی آئیں گے وہ تمہاری راہ سلوک طے کرائیں گے ۔ توحید بذات خود تمام اخلاق یعنی تصوف کی زبان میں سلوک ہے۔ ایک دفعہ جو شخص ایمان لاتا ہے وہی سراپا سلوک اور اخلاق کا مجسمہ بن جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی تصوف میں وحدت الوجود کے فلسفہ سے للہ متاثر ضرور ہوگی مگر توحید اور رسالت پر ایمان نہیں لائی ہے ۔ للہ الشیوری نے سِدھ بوئے جیسے سنسکرت عالم اور شوازم کے پرستار سے تربیت پائی تھی " گُڈ نیک قابل ذکر استادس سُتی للہ دید واسطہ ہیواَس سِدھ بوے ۔ بہ اوس سنسکرتک بود باب عالم تہ شِوازمک زبردس ماتن ورل "[2] ۔

پس جس کو اس قدر عالم اور کامل استاد کسی فلسفہ کا ملا ہو، وہ کب اپنا ایمان بدل سکتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ جس وقت للہ الشیوری کی ملاقات سید حسین سمنانی کے ساتھ ہوئی اُس کی عمر ۳۸ برس کی تھی ۔ للہ عارفہ ذہنی طور پر بلوغت کی حدود پھلانگ چکی تھی اور یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے ۔ قیاس آرائی اسلام میں جائز نہیں ہے ۔ دوسرے یہ کہ للہ الشیوری کسی صورت میں بھی توحید قبولتی نظر نہیں آتی ۔ جو لوگ للہ الشیوری کو مسلمان

---

[1] : نگارستان کشمیر قاضی ظہورالحسن سیوہاری ص ۲۷۴ ۔

[2] : ریشت تہ سانی ریشی رشید نازکی ص ۲۹

عورت کہتے ہیں وہ اسلام کے ساتھ بہت زیادتی کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے اُمید ہے کہ مندرجہ ذیل توجیہات کافی ہوں گی۔

I : اگر اسلام قبول کیا ہوتا تو شادی بھی کی ہوتی اس وقت کے دستور کے مطابق اور بیگانے مردوں کے پاس کھلم کھلا نہ جاتی اور شعر و شاعری کرتی بھی نظر نہ آتی۔

II : اگر للہ ایشوری نے اسلام قبول کیا ہوتا تو اُس کی باضابطہ کہیں قبر تعمیر کی گئی ہوتی اور آج تک اس کی قبر پر لوگ فاتحہ پڑھتے نظر آتے۔

III : اکثر جسم نیم برہنہ ہی ہوتا تھا جو اس وقت فیشن نہیں بلکہ مجذوبیت میں شمار ہوتا تھا۔ مسلم عورت کا نیم برہنہ ہونا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ للہ کے بارے میں صوفی لکھتا ہے۔

Lala used to wander about in rags and went about the country singing and dancing in a half nude or even nude condition.

اس زمانے میں جو خاتون عورت گاتی جھومتی جھامتی نیم برہنہ نظر آئے اس کے بارے میں آپ کم از کم اتنی رائے تو قائم کر ہی لیں گے کہ وہ مسلمان نہیں ہوگی۔ میرا تو خیال ہے کہ شیومت کے پرستاروں نے بھانپ لیا کہ اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے، مسلمان عورت نے تقدس کے اعلیٰ و ارفع مقام کو چھو لیا ہے۔ للہ ایشوری آڑے آئی صوفیا میں رچ بس کر اُس ماحول میں پروردہ مقامی صوفیا کیساتھ روابط قائم کیے اور مسلمان عورت کے لیے ذراریت اور خجالت کی راہیں استوار کیں۔

ان کی زندگی کرامات کا مجموعہ بنی ہے۔ صرف ایک کرامت کا حوالہ دیتا ہوں۔ " للہ بہت سویرے اٹھتی، اور دریا پر جاتی تھی۔ ایک دن کچھ زیادہ دیر ہوگئی ساس نے بیٹے کو کہا جو کچھ میں کہتی تھی سچ ہے نا جاؤ دیکھ کر آؤ۔ بیٹا بدگمان تو تھا ہی۔ لاٹھی لے

Kasheer, By G.M.D. Sufi Vol. II., P. 384.

کر گھر سے دریا کی طرف نکلا۔ للہ پانی لے کر آ رہی تھی۔ غصے میں بغیر پوچھے ڈنڈے کی ضرب گھڑے پر لگا دی۔ گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی گھڑے کی شکل میں للہ کے سر پر اسی طرح رہا۔ گھر میں اس پانی کو سر سے اُتار کر دوسرے برتنوں میں ڈال دیا۔ سب برتن بھر گئے کچھ بچا وہ باہر پھینک دیا۔ جہاں یہ پانی گرا وہاں تالاب بن گیا جو للہ تراگ کے نام سے مشہور ہے[1]۔"

اندازہ لگایئے کس قدر انہونی مافوق العادت مافوق الفطرت باتیں ہیں۔ اللہ اپنے قانون کو نہیں بدلتا۔ پانی سیال ہے آگ جلاتی ہے۔ یہ قدرت نے خصوصیات وضع کیا کی ہیں اور دیکھیں کس قسم کی کرامات للہ الشیوری سے منسوب کی گئی ہیں۔

یہ کرامات اگر للہ کے خاوند نے دیکھیں تو طلاق کیونکر دی تھی علیحدگی کیوں اختیار کی تھی؟

"Her step mother-in-law used to put a lumpy stone on her platter, and thinly cover it with rice; so it looket quite a big heap. And yet Lella could never murmur".

یہ بات بالکل غلط ہے کہ للہ کے کھانے کے برتن میں اُس کی ساس اس لیے گول پتھر رکھتی تھی تاکہ اُس کا کھانا کم نظر نہ آئے۔ اصل میں یہ ہندوؤں کی رسومات تھیں کہ وہ کھانے کے برتنوں میں بھی وہ پتھر رکھتے جن کی بندگی وہ کرتے تھے تاکہ عقیدت و احترام میں کوئی کمی باقی نہ رہے۔ للہ چونکہ شوازم کی پرستار تھی۔ اس لیے اس بات کو پسند نہیں

---

۱ : تذکرہ اولیس کشمیر۔ از حسن حصہ سوئم ص ۴۸۴۔

۲ : Kasheer BY G.M.D. Sufi Vol. II, P. 384.

کرتی تھی ۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھر تامل نہیں کہ وہ ایک انسان دوست خاتون تھی بہت بڑی شاعرہ تھی، ادیبہ تھی، دنیا و مافیہا سے ماوری تھی ۔ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے، اُس میں اُس وقت کے تمام ادیان کا اثر موجود تھا اور تمام مقامی ادیان کی اچھی باتوں سے متاثر ضرور تھی مگر یہ کہنا کہ اُس نے اسلام قبولا تھا بالکل افتراع ہے بہتان ہے اور غلط ہے ۔ بقول رشید نازکی "دراصل للہ دید کی شخصیت سے وہ پیغام اہم اور ابدی ہے جو اُس نے شیومت، بدھ مت اور اسلام کے رنگ سے رنگ کر پیش کیا۔ اس میں ویدوں کا ادب شوشکتی کی وحدت بدھ مذہب کی نفس کُشی اسلام کی برادری برابری کی شمع فروزاں ہے[1]۔"

وہ مسلمان جو للہ دید کو ایک مسلمان عورت سے برگزیدہ خاتون سمجھتے ہیں مجھ سے خفا نہ ہوں مسلمان کو منصب نہیں بالکل حقیقت پسند ہونا چاہیئے ۔ انسان بہر حال عظیم ہے وہ کوئی بھی کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ۔ آخر اللہ کی تخلیق ہے ۔ للہ عارفہ، بہت عظیم شاعرہ تھی ۔ اس میں ذرا بھر شک و شبہ نہیں، انسان دوست تھی مگر خواہ مخواہ اس کے عقیدے کو اپنے عقیدے سے خلط ملط کرنا بھی سراسر زیادتی ہے، ہمیں اس زیادتی سے اپنے دامن کو بچانا چاہیئے ۔

دراصل اسلام کے اپنے خدوخال اور اپنا ایک امیج اور منشور ہے جو وحدت الوجود، شہود اور دوسرے مسلکوں سے بالکل سادہ اور مختلف ہے ۔ خواہ مخواہ اسلام کو ان مسلکوں سے کیوں ملایا جائے ۔ درگاہ حضرت بل کی زیارت اور عمارت کا اپنا ایک تقدس ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہی امیج یا وہی تصور عمارتی یا عظمت کے لحاظ سے ہم کوہ ماراں پر بیٹھے ہوئے حضرت شیخ حمزہ مخدوم کو بھی دیں اُس کی بھی اپنی انفرادیت ہے مگر شان جُدا جُدا!

---

[1] : ریشت تہہ سائنی ریشی رشید نازکی ص ۳۷ ۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ

والد بزرگوار کی نسبت سے ان کا نسب چودہ پشتوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے آپ کے والد بزرگوار سید شہاب الدین شہر ہمدان کے حاکم تھے۔ آپ ۱۲ ماہ رجب ۷۱۴ھ بروز پیر ہمدان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۲ برس کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی، ابتدائی تعلیم اپنے خالو سید علاؤ الدین سے حاصل کی تھی۔

سید امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بارے میں اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ وہ سرینگر میں ہی مدفون ہیں اور تذکرہ نگاروں نے بہت ساری باتیں ان سے منسوب کی ہیں۔ میں نے ان وجوہات کی بنیاد پر یہ طے کرلیا کہ یہ شک وشبہات دور کروں، اور جو کچھ سید علی ہمدانی زندگی میں رہتے ہیں اُن کو من وعن اسی طرح پیش کروں۔

آپ نے علم اخلاقیات کچھ تو اپنے خالو سے حاصل کیا اور کچھ اُس وقت کے مشہور بزرگ حضرت شرف الدین مُزدقانی سے حاصل کیا۔

آپ بہت عرصہ تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ جس وقت سید امیر کبیر سید علی ہمدانی حضرت شرف الدین مُزدقانی کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ چونکہ ہمدان کے حاکم کے بیٹے تھے۔ آپ سے حضرت فرماتے ہیں، حضرت اگر آپ بحیثیت آقا آئے ہیں تو میں آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں، اور اگر بحیثیت خادم کے آئے ہیں۔ پھر اس غلام کی جوتی جو کہ خانقاہ کا خاکروب ہے، امہنہ کے سامنے رکھنی چاہیئے، حضرت امیر نے بیعت کی اور خانقاہ کی ملازمت میں مشغول ہو گئے۔

حضرت شرف الدین مُزدقانی سے فیض علم حاصل کرنے کے بعد ابوالبرکات تقی الدین اخی علی کے پاس دو سال تک زانوئے ادب تلمذ کرتے رہے۔ تقی الدین کی وفات کے

Marfat.com

بعد شیخ شرف الدین محمود کی خدمت میں آکر ارشاد کی اجازت حاصل کی۔ اسی زمانے میں اولیاء اللہ کی ایک محفل میں جن کی تعداد چار سو تھی شیخ رکن الدین علاؤ الدین سمنانی کو اپنا صدر مقرر کیا۔ حضرت رکن الدین کی طرف سے چار سو احادیث کی تعلیم اور عمل کی نصیحت مرحمت ہوئی۔

شیخ شرف الدین محمود نے آپ کو تلقین فرمائی تھی کہ زندگی بھر اللہ کی لبستیوں میں گھومتے رہیں چنانچہ آپ تین دفعہ دنیا کے طویل سفر کے لیے روانہ ہوئے۔

پہلے سفر میں آپ شہر شہر گھومتے رہے۔ دوسرے سفر میں گاؤں گئے اور تیسرے میں گھر گھر پھرتے رہے۔ سفر کے دوران ایک سو ستر دن ایسے گزرے ہیں جب آپ کو بالکل فاقے کرنا پڑے اور جب حج کا سفر کیا تو وہ بھی فاقوں میں ہی گزرتا رہا، ۷۵۳ھ میں عقد کیا، حضرت نفس کشی کے قائل نہیں تھے۔ البتہ اُن دنوں سفر ہی ایسا تھا کہ آبادیاں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ رسل و رسائل کے انتظامات نہ ہونے کے برابر تھے۔

آپ کی بہت زیادہ تصانیف ہیں جن کی تعداد ایک سو ستر تک پہنچتی ہے۔

ماہ ربیع الاوّل ۷۷۴ھ میں شہاب الدین پورہ میں اپنے مریدوں اور ساتھیوں کے سمیت قیام پذیر ہوئے۔ سید محمد خاوری نے کشمیر میں وارد ہونے کی تاریخ لکھی۔

میر سیّد علی شہہ ہمدانی — سر اقلیم شعبہ کردہ نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر — اہل آں شد از وہدایت جُو
سال تاریخ مقدم اُورا — گفتم از مقدمہ شریف بجو

قائم مقام سلطان قطب الدین نے آپ کو سید تاج الدین کی کوٹھی میں جو شاہی محل کے متصل تھی بسایا۔ آپ کی بڑی عزت و تکریم کی۔ آپ چار ماہ تک کشمیر کی سیر کرتے رہے۔

چار ماہ کے بعد حرمین شریف کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ فیروز پہنچنے پر سلطان شہاب الدین اصلی حاکم کشمیر سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے سلطان فیروز شاہ اور

Marfat.com

سلطان شہاب الدین کے درمیان صلح کرائی"۔[1]

حضرت امیر کبیر نے حج بیت اللہ شریف کے بعد ۷۸۱ھ میں دوبارہ کشمیر کا رُخ کیا اس دفعہ آپ کے ساتھ ۷۰۰ عالم اور سید تھے۔ محلہ علاؤ الدین پورہ میں ایک مسجد میں جو خانقاہ معلیٰ کے قریب تھی ڈیرہ ڈال دیا۔ دوسری دفعہ کشمیر میں وارد ہونے کی تاریخ یہ ہے

شکر کن مقدم امیر کبیر — باغ کشمیر ہمچو گل بشگفت
ہاتف غیب سال مقدم او — آمد ایں جا علی ثانی گفت ۷۸۰

آپ کی رہائش گاہ کے قریب راجہ پرورسین کا تعمیر کرایا ہوا کالی کا مندر تھا اس مندر کے بڑے پوجاری شاپور برہمن آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی ہندو کے ہاتھوں مندر گرا کر نماز کے لیے جگہ بنوائی۔ نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز با جماعت اسی جگہ پڑھا یا کرتے تھے۔ بادشاہ سلطان قطب الدین آپ کے مریدوں میں شامل ہوئے اور تمام بُری عادتیں ترک کر دیں۔

آپ نے اڑھائی برس کشمیر میں گزارے۔ سیر و سیاحت کے بعد دین کی طرف توجہ دی۔ بدعتوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ بھون کا مندر کفر کا گہوارہ تھا۔ یہاں بہت زیادہ بت پرستی ہوتی تھی۔ یہی جگہ اسلام کی تبلیغ کا مرکز بنی۔

۷۸۳ھ میں تبت اور ترکستان کی سیاحت کی تین برس تک ان ملکوں میں یعنی بلتستان، لداخ، کاشغر، ختن، تنگاں اور مچی وغیرہ کی سیر کی اور ۷۸۵ھ میں تیسری بار کشمیر آئے۔ اسلامی رسموں کو اس ملک میں جاری کیا۔ اور فتحیہ بلند آواز سے پڑھنے کی اجازت دی۔ ۷۸۶ھ میں پکھلی تشریف لے گئے۔ گزسواد میں پہنچے وہاں دارفانی سے

---

[1] : تذکرہ صوفیائے کشمیر حصہ سوئم از حسن ص ۱۴۔

Marfat.com

کوچ کر گئے۔

حسن کی طبع زاد تاریخ ہے۔

جناب سیادت امیر کبیر | چو در باغ جنت شد آرام گیر
حسن سال مولود و عمر و وصال! | دریں بیت ہر سہ بگفت ای فقیر
سینی باسطہ ور رحمت اللہ ظہور پیدائش | قضا پیر کامل امیر کبیر

شیخ قوام الدین بدخشی نے انہیں ختلان میں ۵ ربیع الثانی ۷۸۷ھ کو سپرد خاک کر دیا! آپ کی وفات کے بارے میں کہیں ۶ ماہ ذی الحجہ ۷۸۶ لکھا ہے کہیں ۵ ربیع الثانی ۷۸۷ھ لکھا ہے، ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ درست ہے۔ کشمیر سے ہزارہ کے علاقہ پکھلی گئے۔ حاکم کنار (کافرستان) محمد ظفر شاہ نے ٹھہرایا۔ ذی الحجہ کے مہینہ میں بیمار پڑے، ۵ روز تک کچھ نہ کھایا، چھٹے روز چند بار پانی پیا۔ ساتھیوں کو نماز تفتن کے بعد طلب کر کے وصیت کی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کشمیر میں آپ کی خانقاہ کے محراب پر یہ شعر کندہ ہیں ؎

حضرت شاہ ہمدان قدیم | آیہ رحمت ز کلام قدیم
گفت دم آخر و تاریخ شد | بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس وقت آپ کی عمر ۷۳ برس تھی۔ حاکم کنار پکھلی میں ہی تربت بنانا چاہتے تھے مگر مرید نعش ختلان لائے تھے ۲۵ جمادی الاول ۷۸۷ھ کو لاب کے مقام پر دفن کیا۔ آپ شافعی عقیدے کے پیروکار تھے۔ اسلام کے سچے اور مخلص مبلغ کی حیثیت سے غیر جانبدار رہتے۔ خواص و عام اہل اسلام سے محبت ان کا شعار تھا۔ آپ کو خلاف شرع بات کسی صورت گوارا نہ ہوتی۔ ہمدان ختلان اور کشمیر آپ کی تعلیمات کے مرکز تھے۔ آپ نے کشمیر میں حق و صداقت کی آواز بلند کی۔ وحدانیت اور حقانیت کا کامل درس دیا مؤلف خزینۃ الاصفیاء ۲: ۲۹۵ "احکام شریعت عزالطفیل آں محبوب کبریا در کشمیر رواج یافتند و ہزارہا گراں لایعقل

Marfat.com

راہ براہ آوردند"۔

مولف "لطائف الابرار" حاجی محی الدین لکھتے ہیں:۔

۴۰ ہزار لوگ مسلمان ہوئے۔ سلطان قطب الدین نے دو حقیقی بہنوں سے نکاح کیا تھا۔ آپ کے ارشاد پر اپنی غلطی کا ازالہ کیا۔ آپ کی مساعی دکاوش، روحانی اور معنوی عظمت و اقتدار کی بدولت کشمیر کی تہذیب و تمدن و ثقافت میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوا۔ آپ کے فرزند سید محمد ہمدان جو سلطان سکندر بُت شکن کے زمانے میں ۳۰۰ ساتھیوں سمیت کشمیر آئے تھے ۷۹۸ھ میں ایک مسجد تعمیر کرادی تھی جو خانقاہ شاہ ہمدان کے نام سے اب تک اسلامی تعلیمات کا اہم مرکز رہی ہے۔ ان کی تصنیفات جو دستیاب ہوئی ہیں وہ ستر کے قریب ہیں۔ یہ رسالے تہران، استنبول، برٹش میوزیم پیرس کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ کچھ قلمی نسخوں کی صورت میں پنجاب یونیورسٹی اور باقی یورپ کے کتب خانوں میں ہیں۔ سب سے اہم کتاب ذخیرۃ الملوک ہے اس کا ترجمہ اردو، لاطینی ترکی اور فرانسیسی میں ہو چکا ہے۔ دس باب پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف اللہ کے دین کی باتیں اور انسانی فرائض کی باتیں ہیں۔

میں تذکرہ نگاروں اور راویوں سے ڈرتا ہوں جو بات سند کے ساتھ مستند طریقے سے ملتی ہے اُس کا حوالہ دیتا ہوں۔ متذکرہ کوائف حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بارے میں مستند طریقے سے جمع کیے ہیں۔ آپ کے سامنے حاضر ہیں۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کشمیر میں دفن نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ نے کوئی غیر اسلامی اور غیر شرعی بات کشمیر میں پھیلانے کی اجازت نہیں دی، تیسرے یہ کہ مبلغ کی حیثیت سے ان کا درجہ بہت عظیم ہے۔ وہ بہت ہی ذہین اور فطین تھے وہ توحید کے پرستار تھے۔

کشمیر میں ہندو پوجا پاٹ کے عادی تھے۔ صبح مندر میں ہوا کرتی تھی حضرت نے دیکھا یہ برہمن مسلمان ہو تو گئے ہیں وہ پرانا نشہ نہیں گیا۔ چنانچہ اوراد، قادریہ اور فتحیہ بہ آوازِ بلند مسجدوں میں پڑھنے کی اجازت دی۔ یہ اوراد کیا ہیں، اللہ کے حسین نام اور اس

Marfat.com

کی وحدانیت کا تذکرہ، رسول پاک پر درود و سلام، چنانچہ اس ادارے نے کشمیر میں تبلیغ اور تشہیر کا کام دیا۔

درگاہ خانقاہ معلیٰ میں آپ کے کچھ تبرکات محفوظ ہیں۔ آپ کے مکاتیب اور اشعار توحید اور رسالت کا ایک نمونہ ہیں۔ آپ صلح پسند صوفی، عالم باعمل بزرگ، صحیح مبلغ، دیندار اور دنیا دار مسلمان گزرے ہیں، کشمیر میں ریشیت اب ظاہر ہے ان بزرگوں نے تو نہیں پھیلائی تھی۔ یہ مقامی تصوف تھا!

حضرت شیخ حمزہ مخدوم قدس سرّہٗ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ حمزہ مخدوم کے خاندان کا شجرہ چندر بنسی راجوں کے خاندان سے ملتا ہے۔

"رینہ" مدار المہام کو کہتے ہیں۔ یہ راجہ سہدیو کا زمانہ تھا۔ ذوالقدر خان نے کشمیر پر غلبہ حاصل کیا۔ راجہ سہدیو کشتواڑ بھاگ گیا۔ اُس کا وزیر رام چندر گگنہ کے قلعہ میں محصور رہا۔ تر کی فوج تباہ ہونے پر رام چندر نے کشمیر کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ کچھ مہینے بھی گزرے نہ تھے رینچن شاہ نے رام چندر کی بیٹی کوٹہ رین کو بیوی بنایا اس کے بیٹے راوان چندر نے اسلام قبول کیا اور بادشاہ راوان چندر کو رینہ کا خطاب دیا۔

یہ خاندان پُشت در پُشت کشمیر میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا اور وزارت سنبھالتا رہا۔ عثمان رینہ آپ کے والد کا نام تھا۔ آپ تجر میں بہت بڑے زمیندار تھے اپنی جاگیر اور کھیتی باڑی پر گزر اوقات فرماتے تھے۔ حمزہ رینہ جناب شیخ حمزہ مخدوم کا اسم گرامی ہے۔ آپ کی ولادت کا سال ۹۰۰ھ ہے۔ خاص دہر تاریخ ہے۔

شیر خوارگی سے لے کر تا دم زیست فقیروں اور بزرگوں سے ہی تعلق رہا۔

Marfat.com

صحبت صالح ترا صالح کند، زندگی بھر کوئی ثابت نہ کر سکا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہو، پاؤں میں تھوڑی سی کجی تھی لیکن چلنے اور کام کاج میں اس کی وجہ سے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ زبردست قسم کے گھوڑ سوار تھے۔

حضرت شیخ حمزہ مخدوم نے جب مکتب جانا شروع کیا تو ایک دن راستے میں بچوں کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلنے لگے۔ آپ کے والد اچانک وہاں سے گزرے اُسے زیادہ زدوکوب ہوئی، آپ نے ہمیشہ کے لیے کھیل کود سے توبہ کی اور تحصیل علم میں مصروف و مشغول ہو گئے۔

آپ کے دادا زیتی رینہ آپ کو شہر لے گئے اور حضرت بابا اسمٰعیل کے بیٹے بابا فتح اللہ کی خدمت میں جو رینہ قبیلہ کے پیر طریقت تھے زانوئے ادب تہ کیا۔ ایک برس تک ان کے سامنے قرآنی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد شمسی چک کے مدرسے میں بیس برس تک دینی علم سے استفادہ کرتے رہے۔ یہاں آپ نے فقہ، حدیث منطق، تفسیر، فلسفہ، اخلاقیات اذکار، اوراد، تصوف تمام علوم دینیہ سے اپنے دل و دماغ کو روشن کیا۔

حضرت شیخ حمزہ مخدوم ایک روشن خیال بزرگ تھے۔ آپ نے زندگی میں پیری مریدی کے طریقے سے نیاز اور نذرانے کبھی نہیں لیے۔ بہت ہی دیندار اور اللہ والے تھے۔

آپ کو زمانے کے سیاستدانوں نے ایسی سیاست میں الجھا دیا جس سے وہ دل سے نفرت کرتے تھے۔ یہ اتفاق تھا کہ آپ کے زمانے میں شیعہ سُنی فسادات عروج پر تھے۔ حسین شاہ چک نے وزیر مبارز خان کے زوال کے بعد ۱۵۶۷ء کے اواخر میں موسیٰ نامی ایک سردار کو اپنا وزیر مقرر کر دیا۔

مبارز خان سرکاری محکمہ سے چار ہزار خروار دھان کی چوری میں ملوث ہوئے

پس حسین خان علی کوکہ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔لیکن اس کی وزارت کے دوران ایک ایسا سانحہ پیش آیا جسے شیعہ سُنی فسادات کی شروعات ہوتیں۔ بہارستان شاہی کا مصنف لکھتا ہے "ایک دن ایک سُنی عالم دین قاضی حبیب گھوڑے پر سوار سری نگر سے گذر رہا تھا کہ اچانک اس کی ملاقات یوسف عیدار ایک کٹر شیعہ عالم سے ہوئی۔قاضی حبیب نے دیکھتے ہی شیعوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔حبیب سے اس کے بعد یوسف عیدار کو کوڑے لگائے، آخر یوسف برانگیختہ ہوا اس نے تلوار نکال کر قاضی حبیب کو زخمی کر دیا، علی کوکہ سنی تھا اُس نے حسین شاہ کے کان بھرے۔عالموں کو جمع کرایا جس میں قاضی موسٰے، یوسف الماس، ملا فیروز گنائی شامل تھے۔واقعات کی چھان بین کے بعد یوسف عیدار کو پھانسی کی سزا سنائی۔

یہ ایک بہت بڑا المیہ تھا،غیر جانبدار سُنی عالموں نے بھی اس فیصلے کو نفرت سے دیکھا۔بہر حال علماء کے غلط فیصلے نے شیعہ سُنی فسادات شروع کرائے جو پھر آگے چل کر بہت بڑی تباہی کا باعث بنے اور شیعہ سُنی گروہ بندی شروع ہوئی۔

حضرت شیخ حمزہ مخدوم بھی شیعہ سُنی فساد کی آگ کی چنگاری سے اپنے دامن کو نہ بچا سکے اور پھر خوا مخواہ سازشوں نے شیعوں کے خلاف ان کی بزرگی اور برتری کا فائدہ اٹھا کر انہیں خوب استعمال کیا جس کی وجہ سے آج تک تاریخ دانوں نے انہیں متنازعہ شخصیت بنا دیا۔

حضرت حمزہ مخدوم کبھی بھی اسلام میں فتنہ یا تفرقہ بازی نہیں چاہتے تھے،اُن کے عقیدے میں یہ بات قابل نفرت تھی کہ صحابہ کبار کے خلاف کوئی غلط بات کرے۔

آج تک تاریخ دان ہمیشہ بزرگان دین کو اس طرح پیش کرتے رہتے ہیں کہ وہ انسان کو زندگی دیتے ہیں۔آگ کی خاصیت کو زائل کر دیتے ہیں، پانی کے بہاؤ کی خاصیت کو رد کرتے ہیں، آسمان پہ اڑان کرتے ہیں، زمین کی اتھاہ گہرائیوں کی خبر رکھتے ہیں، سمندر

Marfat.com

کی گہرائیوں اور فضا کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں ہمکلام ہوتے ہیں۔ یہ سب باتیں مجھے منظور ہیں۔ میرا ایمان ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

کیا اس سے بہتر نہیں ہے کہ تاریخ دان ان بزرگوں کی شخصیت کے وہ پہلو اجاگر کریں جو انہوں نے مسلمانوں کی یکجہتی برادری اور برابری کے لیے اختیار کیے ہیں۔

جس وقت سلطان شیخ حمزہ مخدوم کو ایک حاجی نے کہا آپ صرف اماموں اور شیعہ عالموں کی ہی کتب پڑھیں۔ آپ اس لیے بہت پریشان ہو گئے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ خاص فرقہ کو اپنائیں بلکہ وہ چاہتے اور سمجھتے تھے کہ اسلام ایک ہی ہے۔ توحید، اللہ، رسول، سب کا ایک ہے۔ اسی طرح امام قابل احترام سب کے لیے ہیں، پر حالات زمانے کی سیاست اور سازشوں کی کارروائیوں سے دامن نہ بچا سکے۔ بہتر یہی ہے کہ مذہبی شخصیات کو ہم کبھی ایسی باتوں میں ملوث نہ کریں، دین، عقیدہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں۔ لا اکراہ فی الدین یہ قرآن مجید ہے۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔

حضرت سلطان شیخ حمزہ کوہ ماراں پر مدفون ہیں۔ انتقال چوبیس[۲۴] ماہ صفر ۹۸۴ھ کو ہوا۔

Marfat.com

حضرت شیخ یعقوب صرفی

آپ اپنے ذاتی تقدس کی وجہ سے بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ عہدِ اکبری کے جامع الکمالات بزرگ اور شاعر تھے۔ آپ شیخ حسن گنائی کے فرزند تھے۔

گنائی سنسکرت زبان کے لفظ گن سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قلم۔ فارسی میں بھی گنائی ویسے منشی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک لقب ہی ہے جو اہلِ علم حضرات کو حکومت کی طرف سے ملا کرتا تھا۔ چنانچہ تاریخ حسن میں مذکور ہے۔ گنائی بہ زبانِ فارسی منشی را گویند۔
اس طرح واقعات کشمیر کے مصنف گنائی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔
'گنائی در عرف آں وقت نویسندہ را می گفتند۔ از مفتی گرفتہ تا بہ ٹپواری ہمیں لقب بود'

گنائی کی تعریف اس شعر میں اور بھی واضح ہو جاتی ہے:۔

گنائی بہ کشمیر دانا بود
خداوند تدبیر و خامہ بود

چونکہ یہ لقب تھا اور عزت و تکریم کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا تھا اس لیے وُہ برہمن یا غیر مسلم اسلام قبول کرتے بعض دفعہ گنائی کے لقب سے بھی پکارے جاتے اس طرح وہ بھی اس برادری یا ذات میں شامل ہو گئے۔

حضرت شیخ یعقوب صرفی کے بارے میں تمام تاریخ دان لکھتے ہیں کہ آپ میر حسن گنائی کے فرزند تھے اور بایزید عاصمی کی اولاد سے تھے۔ گویا بایزید عاصمی کی اولاد سے تھے گویا بایزید عاصمی سب سے پہلے فرد ہیں جو کشمیر میں وارد ہوئے۔ تاریخ گلشن کے مصنف

Marfat.com

کے مطابق چونکہ آپ اعلیٰ قسم کے خوش نویس اور بہترین محرّر تھے اس لیے گنائی خطاب ملا۔ یہ بایزید حضرت عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ ملا عبدالوہاب شائق جو راجہ سکھ جیون کے عہد میں ایک نامور شاعر گزرے ہیں اور کشمیر کی ایک منظوم تاریخ کے مصنف بھی ہیں۔ حضرت صرفی کو عاصمی ہی قرار دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں شائق صاحب کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

زشیخ حسن بود ایں خوش نسب
ز داعیانِ کشمیر بودش لقب
گنائی لقب داشت ایں عاصمی
کشادہ خدائش در محرمی

جیسے کہ تاریخ حسن میں مذکور ہے آپ ۱۵۲۱ئ میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن حفظ کیا اور شعر کہنے شروع کر دیے۔ ابتداء میں اپنے والد سے اس کے بعد ملّا آنی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی سے اصلاح لیتے رہے۔

مندرجہ ذیل اشعار آپ کے کلام سے ماخوذ ہیں:۔

اے رُخ مہ طلعتان آئینہ روئے توام
میل خوباں در ہوائے روئے نیکوئے توام
گر بوئم عنبر سارا دگر مُشک ختن
در دماغ جاں نمی آید بجز بُوئے توام
من کہ جز محراب منبر وسجدہ گاہِ دیگرم
نیست مقصودے ازاں جز طاق ابروئے توام

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے مولانا رضی الدین اور حافظ بصیر کے سامنے زانوئے ادب تلمذ کیا۔ دونوں اس وقت کے اہلِ کمال عالم گردانے جاتے تھے۔ ان بزرگوں سے

Marfat.com

آپ نے صرف و نحو سے لے کر تصوف کے باریک اسرار و رموز سے بھی آگاہی حاصل کی۔ صرفی تکمیل علم کی خاطر سمرقند پہنچے، جہاں آپ نے بڑے بڑے عالم اور فاضل لوگوں سے دینی علوم کی باریکیوں سے آگہی حاصل کی۔ سمرقند میں آپ مخدوم شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے روحانی خلیفہ مقرر ہو گئے۔ شیخ خوارزمی حاجی محمد اعظم کے شاگرد تھے۔ جو ۹۵۸ھ میں کہیں شام میں فوت ہوئے۔

حسبِ ارشاد مرشد صرفی دوبارہ ہندوستان آئے۔ مرشد کے ارشاد کے مطابق ڈل کے کنارے درگجن کی بلندی پر شیخ سلطان کشمیری کی تعمیر کردہ خانقاہ میں بیٹھ کر سلسلہ کبرویہ کی ہدایت کے مطابق عام تبلیغ کرتے رہتے۔ اس طرح بہت سے مرید آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ چند سال قیام کے بعد مرشد کی زیارت کے لیے دوبارہ ٹھانی۔ میر محمد کو اپنی جگہ مسندِ دعوت و ارشاد پر بٹھا کر خراسان کے راستے سمرقند روانہ ہو گئے۔ سمرقند میں مرشد کا پتہ چلا کہ حرمین شریفین چلے گئے ہیں۔ آپ بھی براستہ بغداد عازم حجاز ہو گئے۔

آپ کابل گئے مولانا جلال الدین دوانی، میر عبداللہ اور ابوالمعالی وغیرہ چند عارفوں سے ہوئی۔ کولاب جا کر سید علی ہمدانی کے روضہ کا طواف کیا۔ بلخ میں محمد زاہد بلخی حاجی دوست محمد خان اور چند دیگر بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ غرض دنیا کے بہت بڑے اسلامی مدبرین اور مفکرین سے آپ جا ملے۔ آپ تاشقند، یارقند، قراکول، مشہد طوس، شام، خراسان، عراق اور قزوین ہوتے ہوتے بغداد گئے۔ جہاں امام ابوحنیفہ کا خرقہ حاصل کیا۔

ہندوستان واپس آئے تو گجرات میں سید محمد مہدی سے بلوچستان میں ابراہیم خاموش سے سرہند میں مجدد الف ثانی سے دہلی میں شاہ عبدالعزیز لاہور میں شیخ موسیٰ آہنگر بہرحال برصغیر کی تمام مقدس جگہوں کی زیارت بھی کی اور سرکردہ مقتدر عالم اور فاضل لوگوں سے بھی ملے۔

Marfat.com

۹۵۳ھ میں آپ کی شادی سید علاؤالدین کی دختر سے ہوئی۔ قیامِ ہندوستان کے زمانے میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے آپ سے علم حدیث و تصوف کا درس لیا۔

صرفی اپنے وقت کے بہت بڑے روحانی پیشوا تھے۔ ہمایوں کو آپ کی ذات سے دلی عقیدت تھی۔ اکبرِ اعظم نے بھی اکثر آپ کو اپنی مجلسوں میں شریک کر کے طرح طرح کی مراعات سے سرفراز کیا۔[1] ملا عبدالقادر بدایونی سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔

جب آپ اسلامی دنیا کی سیاحت سے واپس اپنے ملک تشریف لائے تو کشمیر کی حالت اور حکومت بدل چکی تھی۔ شمیری خاندان کا تختہ اُلٹ چکا تھا۔ اور چک خاندان حکمران تھا۔ شیعہ سُنی فساد سے کئی گھر اُجڑ چکے تھے۔ یعقوب شاہ چک نے رہی سہی کسر پوری کر دی وہ سخت متعصب شیعہ بادشاہ تھا۔ اس نے مذہبی جنون میں سنیوں کو زبردستی شیعہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ دوست دشمن کی تمیز باقی نہ رہی۔ اس طرح اسلام کا تقدس شیعہ سُنی فساد نے پاش پاش کر دیا۔

سنیوں کے عہدۂ قضاء پر معمور قاضی موسیٰ کو سرِعام قتل کر دیا گیا اور اس کی لاش ہاتھی کی دُم سے باندھ کر سارے شہر میں پھرائی۔ بہر حال یہ حالات شیعہ اور سُنی دونوں فرقوں کے لیے بہت مایوس کُن تھے۔

امن پسند شہری حالات کو دیکھ کر پریشان حال تھے۔

حضرت یعقوب صرفی نے جب یہ حالات دیکھے تو آپ کا جی بھر آیا۔ بابا داؤد خاکی کو ساتھ لے کر اکبرِ اعظم کے پاس فریاد لے کر چلے گئے۔ اکبر کو کشمیر کی جانب متوجہ کیا اور مصیبت سے نجات دلانے کا وعدہ لیا۔ مندرجہ ذیل شرائط پر اکبر نے مدد دینے کا وعدہ کیا۔

---

[1] منتخب التواریخ بدایونی جلد سوم ص ۱۴۲

Marfat.com

۱۔ بادشاہ مذہبی امور، بیع و شرا اور نرخ اجناس وغیرہ کے معاملات میں دخل نہ دے۔

۲۔ حکام و اہلکار کشمیریوں کو لونڈی غلام نہ بنائیں۔

۳۔ باشندگانِ کشمیر ہر قسم کے جور و بدعت اور ظلم و تعدی سے محفوظ و مامون رہیں۔

۴۔ چونکہ امرائے کشمیر بے استقلالی کے باعث مصدر فتنہ و فساد ہو رہے ہیں اس لیے فی الحال انہیں امور ملکی و مالی سے علاحدہ رکھا جائے۔

اکبر نے امیر البحر محمد بن قاسم کی سرکردگی میں ۲۰ ہزار فوج روانہ کی جس نے شیخ یعقوب صرفی کی رہنمائی میں کشمیر پر حملہ کیا اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ کشمیر تیموریوں کے قبضہ میں آیا اور انہوں نے جلد ہی اس ملک کو فردوسِ بریں بنا دیا۔

صرفی بہت بڑے عالم، فاضل مصنف اور مولف تھے۔ آپ نے پنج گنج کے مقابلے میں ایک خمسہ لکھا۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ مختلف علوم و فنون پر چند رسالے بھی لکھے جن میں فنِ معماری قابلِ ذکر ہے۔

کشمیر میں مغلوں کی حکومت قائم ہوتے ابھی آٹھ ہی برس ہوتے تھے کہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۰۳ھ، ۱۵۹۴ء کو جمعرات کے روز عشاء کے بعد انتقال کر گئے۔ زینہ کدل میں دفن کیا گیا۔ آپ کی تاریخ وفات شیخ امم بود، شیخ اہلِ مجدد، فخر الانام وغیرہ مادوں سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کی رباعیوں کا مجموعہ بھی ہے۔ یہ رباعیات تعداد میں ۱۱۰ ہیں۔

مقصود تو صرفی کی محبوب رسی
یا یوسف خویشتن چو یعقوب رسی
گر ہست مناسبت بمطلوب ترا
اُمید کہ از قلب بمطلوب رسی

شرح صحیح بخاری اور ثلاثیات امام بخاری بھی آپ کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں۔ تفسیر مطلب الطالبین، شرح اربعین، مناسک الحج، قصائد، حاشیہ توضیح وتلویح، مناقب اولیا۔ روائح، کنزالجواہر، رسالہ ذکریا مثنوی، مسلک الاخیات، اس مثنوی کے ساتھ مسلک مثنوی وامق و عذرا بھی ہے۔

شیخ یعقوب صرفی کی زندگی کے حالات پیش کرنے سے میرا مقصد صحیح اسلامی تصوف سے آگاہ اشخاص کی طرف توجہ مرکوز کرنا تھا اور یہ بتانا مطلوب تھا کہ مسلمان بزرگ زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے رہتے ہیں، وہ بیک وقت جرنیل اور مسجد کے امام تھے، وہ تخت نشین بھی اور خاک نشین بھی، وہ سنتِ نبوی کے پیروکار تھے۔ تپسیا اور دنیا سے بیزاری مسلمان اصفیا۔ کا شیوہ نہ تھا۔

Marfat.com

سیّد علی بخاری خانصاحب

آپ سید سیف الدین خان صاحب بخاری کے فرزند ارجمند تھے۔ سید سیف الدین خان صاحب فرقہ جعفریہ والے چک بادشاہوں کے امراء میں سے تھے۔ موضع چیوواڑہ بیروہ کے قریب مذہبی تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔ اپنے عقیدے میں بہت ہی پختہ تصور کیے جاتے تھے۔ حدیث اور قرآن کے بہت ہی معتقد اور عامل بزرگ تھے۔ پیری مریدی جو اس زمانے میں بزرگوں کا شیوہ تھا۔ کے خلاف تھے۔ کشمیر میں بابا نصیب الدین غازی بہت ہی بزرگ گزرے ہیں جو حنفی مسلک کے پرستار تھے۔ بابا نصیب الدین غازی کا گزر آپ کے دولت خانہ کے قریب ہی ایک پُل سے ہوا تو حضرت سیف الدین بخاری نے اپنے نوکروں سے پُل کو ڈھلوایا۔ بابا نصیب الدین نے یہ بات اپنے مریدوں سے سُنی تو آپ نے صرف اتنا فرمایا۔ اچھا تو میں ان کے دل کی کدورت صاف کر دُوں گا اسی وقت آپ کے بیٹے سید علی خان صاحب کو بلایا اور اپنی نظر کرم سے دنیا کی آلودگی سے پاک کر دیا۔ سیف الدین خان صاحب نے بہت کوشش کی کہ ان کے فرزند گوشہ نشینی سے باز آئیں لیکن ایسا نہ ہوا۔

حضرت سید علی خان صاحب بخاری چیوواڑہ بیروہ کے قریب ہی ایک غار میں بارہ سال تک خلوت نشین رہے۔ عبادت، ریاضت اور یادِ خدا میں حد درجہ مشغول رہنے کی برکت سے قربِ الٰہی حاصل ہوا۔ آپ کا مقبرہ چیوواڑہ میں مشہور ہے۔ وفات ۱۰۷۲ھ ہے

Marfat.com

تحائف الابرار میں آپ کے بارے میں لکھا ہے :۔

"سید سیف الدین خان از سادات بخارا است و نسب نامہ ایشاں در کتاب سُلطانی نقلاً از میر باباتیلہ مولی بدین طریق مرقوم است سید سیف الدین خان بن میر حسن بن سید حیات بن سید رُستم بن سید بہرام بن یعقوب بن سید یوسف بن سید احمد بن سید غیاث الدین بن سید شمس الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید محمد حسین بن سید علی بن سید علی دوم بن سید جعفر بن سید علی ثالث بن سید محمد بن سید احمد بن سید موسٰی بن سید محمد بن سید عبداللہ بن سید موسٰی بن امام علی رضا بن امام موسٰی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم و سید سیف الدین خان مذکور از امرائی اہلِ تشیع بود آورده اند کہ روزی ابوالفقراء بابا نصیب الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ جانب چیوواڑہ سیاحت فرمودند و از پُل عبور نمودند وی برعایت مردم شیعہ پل را شویانید کہ جناب ابوالفقراء ازاں عبور نموده اند و گزر کرده اند چوں حضرت ابوالفقراء ایں حرکت وی بشنید فرموده اند اگر وی پُل را شُستت و شوئ کرد ما دلِ اورا از ناپاک رفض شُستت و شو خواہیم نمود فی الحال سید مذکور بجذبہ وکششِ باطنی از صحبتِ عقیده اہلِ بدعت بیزار شده در خدمت ابوالفقراء آمد از مذہب امامیہ و شیعگی ائب شده بایشاں بیعت کرده و بیاد حضرت کردگار بر مذہب اہل سنت و جماعت طمیناں و قرار گرفتہ بدرجہ ولایت رسیده کامل و مکمل کردید و عمر گرانمایہ در عبادات و ریاضیات بانجام رسانید و پس از رحلت در موضع مذکور آسوده و ذکر اولاد ایشاں می آید اللہ یہدی من یشاء۔ سید علاء الدین خان المعروف سید علی خان خلف سید سیف الدین خان چیوواڑی است نیز از مریدان ابوالفقراء است وی بامر مرشد بزرگوار دوازده سال خلوت در غار نشستہ بود و بر روی ہر آشنا و بیگانہ در ملاقات بر خود بستہ بود پس از مدت دوازده سال مرشد باکمال در غار مذکوره تشریف بردند دیدند کہ تمام اعضاء وی بوسیدہ

شدہ او گوشت و پوست وی ترقیدہ پس اورا در پنبہ پیچیدہ ازاں غار بیرون کشیدن و خرقہ خلافتش در بر کردند و خلیفہ خود ش گردانید ند پس آں سیادت مآب عمر خود را در کارہائے ہدایت آثار صرف فرمود و گمراہاں را بدلالت جانب ہدایت از غفلت و ضلالت بر آورد و مصنف سُلطانیہ میگوید

نظم :-

بود تا بود سیدالسادات — در او قبلہ ذوی الحاجات

بود ہفتاد و یک فزون ز ہزار — کہ بصدر جناں گرفت قرار

ہمہ اولاد شاں چو مہ پارہ — ہست در وہرمن بچو واڑہ

باد ہر یک بمعرفت ہمدم — بالنبی والد الاکرم

در ۱۰۷۱ھ رحلت فرمودہ در مقبرہ پدر بزرگوار مدفون گردید واکنوں اولاد ان ایشاں در موضع چیو واڑہ وہرمنہ غوطہ پورہ وامرتسر موجود اند۔[۱]

متذکرہ صدر حقائق تذکرہ اولیائے کشمیر حصہ سوئم میں ص ۶۹ پر بھی حسن شاہ کھوہامی نے قلمبند کئے ہیں اور روضۃ الابرار میں بھی مولوی محمد الدین نے اس طرح ذکر کیا ہے ۔

" سید علی خان خلف سیف الدین خان مرید شیخ بابا نصیب الدین غازی است پدرش بمصاحب شمس عراقی بنیان تعصبی بسیار داشت روزی بابا نصیب را از جبرش اتفاق گزر افتاد سیف الدین خان بایں خیال کہ پائے سُنی بر آں واقع شدہ حکم شستن آں پل داد شیخ ازیں حرکت حیران گردید و پسرش را بجذبہ باطنی بسوئے خود کشید پدر فرزند دلبند خود را طلبید و بسیار آگاہانید و گوشہائے او بمالید و از زدوکوب برنجانید و در محبس قید گردانید لیکن آں سعادت مند را مفید نیفتاد و پدرش مایوس گشت[۲] ۔ اس کے

---

[۱] تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۰ از ابو محمد حاجی محی الدین ۱۳۲۱ھ ۔ دستیاب پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔

[۲] روضۃ الابرار از مولوی محمد دین ص ۱۵ ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔

Marfat.com

بعد مصنف نے سید علی خان صاحب کی غار کی زندگی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور پھر اُن کی تبلیغ دین کے بارے میں لکھا ہے۔

تذکرہ بیانات سے چند باتیں واضح ہو جاتی ہیں اول یہ کہ چک خاندان نے کشمیر میں شیعہ سُنی فرقہ بندی کی آگ کو کس قدر بھڑکایا تھا۔ ان فرقوں کی رنجش اور بغض کا کیا حال تھا۔ بہرحال راقم الحروف کو سید علی خان صاحب سے وابستگی ہے۔ اگر اُن کا مسلک فرقہ جعفریہ ہی ہوتا تو آج شاید مصنف بھی اسی مسلک سے منسلک ہوتا۔

راقم الحروف کا شجرہ سید علی بخاری کے ساتھ اس طرح بنتا ہے:۔

سید علی بخاری سے سید حسین خانصاحب، سید اعظم خان صاحب سے سید شرف الدین سے سید بہاؤالدین سے سید عبداللہ سے سید غفار شاہ سے سید مقبول شاہ کے تین بیٹے تھے۔ سید رسول شاہ، سید یاسین شاہ، سید علی شاہ مصنف سید یاسین شاہ کا فرزند ہے۔

سید یاسین شاہ کی اولاد اس طرح بنتی ہے:

سید یاسین شاہ :۔ یہ لوگ کوٹھ میں آباد ہیں۔

سید اکبر شاہ — سید محمد یحییٰ — سید غلام رسول — سید یوسف

سید زاہد، سید شاہد — سید اشرف، سید منظور — سید جاوید، سید پرویز، سید عمران، سید نوید — سید کلیم، سید فہیم

اس کتاب میں سید علی خان صاحب کے تذکرے کے ساتھ اپنی وابستگی کا ذکر تو ہو گیا ضرورت اس بات کی تھی کہ میں پورا شجرہ اس خاندان سادات کی کڑی کا پیش کرتا جو اس وقت بہت ہی محال ہے۔ انشاءاللہ اگر زندگی نے وفا کی تو یہ کام پُورا کرنے کی کوشش کرونگا فی الحال ان لوگوں کا تذکرہ کرنا جو اس خاندان سے قرابت داری رکھتے ہیں مناسب سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

سید علی خان صاحب کی اولاد میں سے ہی حاجی سید غلام نبی تھے جن کے تین بیٹے سید مجتبیٰ، سید عابد، سید محمود شاہ بخاری ہیں جو کوئٹہ میں آباد ہیں۔ اسی خاندان میں ہمارے ماموں سید امین شاہ ہیں جن کے فرزند سید غلام حسین شاہ اور جن کا بیٹا طارق ہے۔ سید سکندر شاہ کا بیٹا سید سیف الدین بھی ہے۔ جو لوگ کوئٹہ میں آباد ہیں:۔

سید مقبول شاہ، سید محبوب شاہ نیو ڈھڈیال والے آزاد کشمیر میں ہیں۔ خطیب مسجد سید یوسف شاہ مرحوم پنڈی، عتیق اللہ شاہ اور سید علی شاہ مرحوم پرنسپل بیروہ کالج کے فرزند مقیم پنڈی بھی ہیں۔ سید قطب الدین شاہ کنٹھ دربار لاہور کے بیٹے سید طیب شاہ بھی ہیں۔ حفیظ اللہ عتیق اللہ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

کشمیر کا رُخ کریں تو لاپورہ بیروہ میں مقیم تمام سادات کا تعلق سید علی خان صاحب بخاری سے ہی ہے۔ سید غلام مصطفےٰ کا فرزند سید اکبر شاہ ان کے بیٹے محمد سعید، محمود ارشاد، رفیق، نثار اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

وتر صیلہ۔ لاپورہ۔ شوتڑہ، دہرمنہ، چیٹہ بگہ، سوئی بگہ، کھاگ، چیو واڑہ، بیروہ میں یہ خاندان پھیلا ہوا ہے۔

تمام لوگ یا تو زمینداری کرتے ہیں یا پھر ملازمت۔ کچھ خاندان کے لوگ دیوبند، دہلی اور پونچھ میں بھی آباد ہیں۔ شجرہ کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ سید علی خان صاحب کا ذکر آیا ہے

سید علی خان صاحب کا ذکر یہاں اس لیے مذکور ہے کیونکہ یہ ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں۔ جنہوں نے ایک خاص مسلک اختیار کرکے فرقہ حنفیہ کو خاص تقویت بخشی۔ تحقیق اور پسند کے تحت ہر شخص کو حق ہے کہ وہ اپنا درست مسلک اختیار کرے۔ ہر وہ مسلک خوبصورت دلآویز اور حقائق پر مبنی ہے جو انسان کو مرغوب کرے۔ لا اکراہ فی الدین۔ مجھے اس بات کا اطمینان قلب حاصل ہے کہ میں اپنے بزرگوں کے مسلک فرقہ حنفیہ پر قائم و دائم ہوں جس کو میں نے ہر پہلو سے خوبصورت اور خوشتر سمجھا ہے۔

Marfat.com

موئے مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

درگاہ حضرت بل

۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو درگاہ حضرت بل سری نگر سے موئے مبارک کی چوری ہوئی۔ اس چوری کا کیا پیش خیمہ تھا یا اس کے پیچھے کیا سیاسی مقاصد تھے اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں، اور میرے پاس چونکہ کوئی مصدقہ حقائق نہیں ہیں لہذا میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کو نہ ہی چھیڑوں۔

موئے مبارک کی چوری کا واقعہ کیا رُخ اختیار کر گیا یہ تو اس ملک کے تمام شہری سمجھتے ہیں۔ کشمیر میں سری نگر میں اس واقعہ نے قیامت کبریٰ برپا کی۔ سینکڑوں افراد مارے گئے ہزاروں زخمی ہوئے۔ پاکستان میں لوگ جگہ جگہ جلسے جلوسوں کی شکل میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے رہے لیکن اس دوران راقم الحروف نے ہر شخص کو انگشتِ بدنداں دیکھا کہ درگاہ حضرت بل کونسی جگہ ہے؟ کہاں ہے؟ موئے مبارک کشمیر میں کہاں سے آیا وغیرہ وغیرہ۔

قارئین اس صورت حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے مناسب سمجھا کہ کتاب کے اختتام پر آپ کو درگاہ حضرت بل لے چلوں اور موئے مبارک کی زیارت بھی کراؤں۔ واقعات اور حقائق کے بارے میں نے اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا ترمیم یا تحقیق نہیں کی ہے بلکہ جو کچھ بھی تاریخ دان حضرات نے پیش کیا ہے۔ اسی کا ماحصل آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں:۔

زیارت حضرت بل:۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت کی

Marfat.com

ایک اور یادگار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں گیسو کے موئے مبارک کا کشمیر میں ورود اور حضرت بل کی زیارت کا قیام ہے۔

گیارھویں صدی ہجری کا نصف آخر تھا کہ مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی تولیت و خدمت سید عبداللہ کے سپرد تھی۔ وہ بڑے اعتبار اور اقتدار کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، اس سے کوئی ایسی لغزش سرزد ہوئی کہ سلطان روم اس سے بدگمان ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ وہ فی الفور حجاز مقدس سے نکل جائے۔ اس کے پاس جو کچھ مال و دولت تھا وہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ البتہ تین تبرکات اس کے پاس رہ گئے۔ ان میں ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو کا بال تھا۔ دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اور تیسرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زین تھی۔ وہ حجاز سے سیدھا وارد ہند ہوا۔ اس وقت ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک شاہجہان تھا۔ شاہجہان نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اسے بیجاپور کے گرد و نواح میں تھوڑی سی جاگیر مدد معاش کے طور پر عطا کی۔ وہ کچھ عرصہ وہاں قیام پذیر رہا۔ آخر موت کے زبردست ہاتھ نے اسے آدبوچا۔ اس کے بیٹوں نے داراشکوہ کے ہاں رسوخ حاصل کیا اور بڑھتے بڑھتے اس کے خاص مصاحبوں میں شمار ہونے لگے۔ جب عالمگیر بادشاہ ہوا اور داراشکوہ مارا گیا تو عالمگیر نے دارا کے متوسلین کی جاگیریں ضبط کر لیں، ان میں سید عبداللہ کے بیٹے بھی شامل تھے۔ وہ بحالی جاگیر کے لیے دہلی پہنچے۔ وہاں ایک مدت تک رہے۔ ان کا وقت بڑی تنگی اور عسرت سے بسر ہوتا تھا۔

ان دنوں دہلی میں ایک بہت بڑا کشمیری تاجر خواجہ نورالدین ایشہ بری تھا۔ وہ بہت بڑا کوٹھی دار بھی تھا۔ ان سیدزادوں نے اپنی حالت اس کے سامنے بیان کی اور اپنے مصارف و اخراجات کے لیے اس سے کچھ قرض مانگا۔ وہ وقتاً فوقتاً انہیں قرض دیتا رہا۔ یہ رقم اتنی بڑھ گئی کہ اسے ادا کرنا ان کے لیے مشکل ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے موئے مبارک اور وہ حبشی غلام جو شروع سے موئے مبارک کی خدمت پر مامور تھا خواجہ نورالدین کو قرضہ کے عوض دے دیا۔ خواجہ نورالدین نے یہ دولتِ کونین پاکر بڑی احسان مندی کا اظہار کر دیا۔ اپنا قرض بخش دیا اور سیدزادوں کی کچھ اور

Marfat.com

مدد بھی کی۔

خواجہ نورالدین ایشہ بری کشمیر واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ پرچہ نویسوں نے بادشاہ کو اس سارے واقعہ کی اطلاع دی۔ خواجہ کو بھی پتہ چل گیا۔ وہ جلد جلد دہلی سے کشمیر کی جانب روانہ ہوا بادشاہ نے یہ اطلاع پا کر حکم دیا کہ خواجہ نورالدین جہاں ہو اسے موئے مبارک سمیت بادشاہ کے حضور میں لایا جائے تاکہ وہ اس موئے مبارک کی زیارت سے آنکھیں منور کرے۔ خواجہ جلدی جلدی لاہور پہنچا۔ شاہی کارندے جب خواجہ کے پاس آئے تو وہ سخت بیمار تھا۔ انہوں نے اسے مہلت دی مگر خواجہ نورالدین جانبر نہ ہوسکا، اس حادثہ کے بعد وہ موئے مبارک اور اس کے خادم کو لے کر حاضر دربار ہوئے۔ عالمگیر نے اس تبرک کی زیارت کی اور حکم دیا کہ اسے خواجہ معین الدین اجمیری کی خانقاہ میں رکھا جائے تاکہ ہر خاص و عام اس سے برکت اور سعادت حاصل کرے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور ابھی اجمیر میں آئے ہوئے موئے مبارک کو نو دن گزرے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ کے خواب میں تشریف لائے اور حکم دیا کہ موئے مبارک کو فی الفور کشمیر روانہ کیا جائے۔ بادشاہ خواب سے بیدار ہوا اور اس حکم کی تعمیل کے لیے آمادہ ہوا۔ غلام کو خلعت عطا کیا اور اپنا خاص خیمہ دیا کہ جہاں قیام کیا جائے وہاں یہ خیمہ نصب کر کے اس کے نیچے موئے مبارک کا صندوقچہ رکھا جائے۔ اس جاہ و حشم سے یہ قافلہ لاہور پہنچا، وہاں سے خواجہ نورالدین کی نعش کو ہمراہ لیا اور کشمیر کی جانب روانہ ہوا۔

کشمیر میں جب یہ خبر پہنچی تو اس مژدہ جانفزا سے سارے کشمیر میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اہل کشمیر اس تبرک کی زیارت کے لیے چشم براہ تھے۔ علماء، مشائخ، عوام اور صغیر و کبیر، مرد و زن، آزاد و غلام سب کے سب استقبال کے لیے ہیرا پور پہنچے۔ وہ شاداں و فرحاں تھے۔ تعظیماً سر جھکے ہوئے تھے۔ خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ بعضوں پر وجد کی حالت طاری تھی اور بعضوں کی زبان پر اس نعت کے اشعار جاری تھے ؎

اے دل و جاں فدائے یک موئیت نقد کونین بہائے یک موئیت

Marfat.com

ان ایام میں کشمیر میں ایک بہت بڑے روحانی پیشوا شیخ محمد چشتی رادھو تھے، جن کی تعظیم و تکریم ہر کشمیری کے دل میں تھی۔ وہ بھی برہنہ پا موئے مبارک کے استقبال کے لیے ہیرا پور آئے۔ جب انہیں موئے مبارک کا محمل نظر آیا تو وہ آگے بڑھے۔ اسے سر پہ اٹھایا۔ ان پر وجد وصال کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ کمال ذوق و شوق سے یہ نعت پڑھتے ہوئے آگے بڑھے ؎

بموئے پاک محمد فدا ھزاراں جاں
بموئے پاک محمد درود ما برساں
فرشتگاں بہ طوافش زعرش می آیند
دراں زمین کہ زموئے مبارک است نشاں

اہل کشمیر حسب دستور اس کے پیچھے پیچھے اسی نعت کو الاپتے جاتے تھے۔ اس کیف و سرمستی کے عالم میں منزل بہ منزل قیام کرتے اور لوگوں کو دیدار کی دولت بانٹتے سری نگر پہنچے۔ انہوں نے اس محمل کو حضرت شاہ نقشبند کی خانقاہ میں رکھا۔ لوگ زیارت کے لیے آنے شروع ہوئے شیخ محمد چشتی رادھو نے بڑے حوصلے سے کام لیا۔ گو ہجوم کی وجہ سے بہت سے لوگ کچلے گئے مگر انہوں نے کسی کو زیارت سے محروم نہ رکھا۔ خواجہ اعظم دیدہ مہری کہتے ہیں کہ میری عمر اس وقت سات سال کی تھی جب میں نے عام لوگوں کے ساتھ موئے مبارک کی زیارت کی۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ موئے مبارک کی زیارت گاہ کہاں بنائی جائے۔ اس وقت کشمیر کی نظامت پر فاضل خان فائز تھا اسے بھی مشورہ میں شریک کیا گیا۔ خاصی بحث کے بعد یہ قرار پایا کہ ڈل کے مغربی کنارے صادق خان کے وسیع باغ میں ایک عمارت بنائی جائے۔ باغ کے وارثوں نے فوراً وقف نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں حضرت بل کی خانقاہ تیار ہوگئی۔ عالمگیر نے تین گاؤں خانقاہ کے نام وقف کیے جو سکھوں کے وقت تک بحال رہے۔

مرزا قلندر بیگ نے یہ قطعہ تاریخ منظوم کیا ؎

محتاجاں را بوقت حاجت طلبی
موئے مدد است رسولِ عربی
تاریخ نزول بایکے ہاتف گفت
کشمیر مدینہ لبشد از موئے نبی (۱۱۱۱ھ)

شیخ محمد چشتی اپنی زندگی میں تولیت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ جب آپ فوت ہوئے تو شہر کے اکابر نے یہ خدمت شیخ محمدؐ یولاق بانڈے کے سپرد کی۔ آپ خواجہ نورالدین ایشہ بری کے داماد تھے۔ اب تک یہ تولیت انہی کے خاندان میں چلی آتی ہے۔

حضرت بل کشمیری مسلمانوں کا بہت بڑا سیاسی اور مذہبی مرکز ہے۔ کشمیری ہر بڑا کام شروع کرنے سے پہلے یہاں کی حاضری ضروری سمجھتے ہیں۔ شیخ عبداللہ جب تقسیم ملک کے بعد کشمیر کے وزیراعظم ہوئے تو ان کی دستار بندی کی رسم یہیں ادا کی گئی اور جب بخشی غلام محمد نے چاہا کہ اس کی بھی دستار بندی یہاں ہو تو خواجہ عبدالرحیم بانڈے نے صاف انکار کر دیا۔ یہی شمس الدین بخشی اور غلام محمد صادق کے ساتھ ہوا۔

مسلمانوں کے خاص خاص مبارک دنوں میں موئے مبارک کی عام زیارت کرائی جاتی ہے مثلاً ربیع الاول کی بارھویں اور تیرھویں تاریخ اور اس کے بعد کے جمعہ کو خلفائے راشدین کے ایام عرس، رجب ۲۶ اور ۲۷ اور اس کے بعد کے جمعہ کو زیارت کرائی جاتی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com